

جبر و ایل قریب ۲۴۵۰

مجلس رکنیہ حزب انصاریہ اداره عالیہ محمدیہ کاترجان

١٠

هنا
شمس الاسلام
بجيرة

جلد ۱۵ بحیرہ پنجاب) جمادی الاولیٰ ۱۲۴۳ھ بمطابق ۱۹۲۲ء نمبر ۵

فهرست مضامین

صفحہ	صاحب مضمون	مضمون	نمبر شمار
۲	طاہرات	عرض حال (نظم)	۱
۳	مولانا سید سیاح الدین صاحب کا کاخیل	شذرات	۲
۷	" "	انصار تبلیغی کانفرنس کی تجاویز کی ضروری تشریح	۳
۱۲	" "	چند تاریخی جواہر ریزے	۴
۱۵	ادارہ	ہندوستان میں انبیاء کرام کی بعثت	۵
۲۲	ادارہ	استفسارات و جوابات	۶
۲۹	مشریف سلیم صاحب پشٹی	اچھوت اور اسلام	۷
۳۳		مسئلہ علم خبیث اور مولوی حسین علی صاحب	۸
۳۷	حافظ ناصر الدین	وضو نہ میں علمی و دینی اجتماع	۹
۳۸	مولانا محمد ذاکر	اسلامی نظام تعلیم کے لئے دروہندانہ استفادہ	۱۰
۴۰	بیچر	اطلاعات	۱۱

بیا و آں

یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سرخ پینسل کا

سرخ پشیل کا نشان

پیرچہ کیساتھ ختم ہو چکی ہے ان حضرات کیندیت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں اگر خدا بخواتمہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں بھی نصرت میں مطلع کریں خاموشی کی صورت میں آئندہ کا پیرچہ بذریعہ وی پی ارسال خدمت ہو گا جس کا حصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہو گا۔ (علامہ حسین میمن)

عرض حال

محضور خواجہ ہر دوسرا بابا بنانا ہو و امہاتنا

(طالوت)

دین کے دشمن ہوئے جاتے ہیں ہر سو کا مگار
گھر مکاری سے اپنی ملت واحد ہووا
کفر کا شیوہ ہوا ہے اتحاد و امتلاف
خامکاری ” زندہ دل مسلم “ کی شان امتیاز
قادانی رہزنوں کی رہزنی ہے ایک سمت
ایک مغرور و مضل و مضال و مختال و مخور
کچھ ہیں ایسے جو خدا تک کے نہیں قائل ہیں
اور ایسے تو بہت ہیں جن کے ہاں ثابت نہیں
ایک وہ بھی ہیں نہیں کچھ بھی ضروری جنکے ہاں
سینکڑوں ایسے ہیں جو ہیں مبتلائے خدع نفس
متبع ایسے ہوں جب تو کیا یہ ممکن ہے کہ یاں
”رحمۃ للعالمین“ ہے ایکہ تیرا امتیاز

ختم ہونے کو ہے بھارت سے مسلمان کا وقار
ملت بیضا ہوئی لیکن تشیت کا شکار
اور مسلمان کا طریقہ اختلاف و انتشار
سرپستی ہرنئے فتنے کی مومن کا شعار
اک طرف ہے ”راست و چپ“ پر دین کا دار و مدار
ایک مجہول و ظلوم و خاکباز و خاکار
اور لیسن کو سمجھتے ہیں خدائے روزگار
قصہ تکویر شمس و قول تعطیلِ عشار
آپکے ”وحی خفی“ کا امثال و احتضار
غیر کا کیا ذکر خود اپنی ولایت کے شکار
خواجہ من آپ کے اسلام کا بیڑا ہو پار؟
اور شفیع المذنبین“ ہے ایکہ تیرا اختیار

ان کے حالِ زار پر آقا تو جہ کیجئے

ورنہ اٹھنے کو ہے بھارت سے مسلمان کا وقار

شذرات

(از مولانا سید سیاح الدین صاحب کاکاخیلی رکن ادارہ)

”اور محمود نے اس سنے لاہور کا نام محمود پور رکھ کر یہی سہی کسر پوری کر دی“ اس کے بعد سلطان محمود غزنویؒ کی اولاد کے زلمے میں ہندوؤں کی بغاوتوں اور مسلمانوں سے جنگ آزمائیوں کا فکرمند دل خوش کن پیرایہ میں کر رہا ہے۔ اگرچہ وہاں بھی اپنے مقصد کے پیش نظر واقعات کو مسخ کرنے میں پورے طور سے کوشاں ہے، مسعود بن محمود غزنوی کے ساتھ خود اس کی ہندو فوج اور ہندو سرداروں نے جو دریائے سندھ کے کنارے بیٹھائی اور غداری کی، اس کا مال و اسباب لوٹ لیا، حالانکہ انہی کے ہمتا اور انہی کی دوستی کی بناء پر مسعود غزنی سے لاہور روانہ ہوا تھا، مگر انہوں نے محسن کشی اور طوطا پشپی اختیار کر کے اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا، پس اس واقعہ پر نہ اذیت کا سر جھکانے کی بجائے مضمون نگار اس کو اس رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ کہ لکھڑوں نے گویا ”محمود کے بے پناہ مظالم“ کا انتقام اس کے رطکے سے لیکر ایک بڑی بہادری کی اور حب الوطنی کا ثبوت دیا محمود کی اولاد کے زمانہ سے گزر کر اور ہندوؤں کی ”بہادریوں“ کا ذکر کرتے ہوئے پھر سلطان شہاب الدین غوریؒ کے حملوں کا بیان شروع ہوتا ہے، اور اس ضمن میں بھی اپنے جی کو خوش کرنے اور لکھڑوں کی بہادریاں بیان کرنے میں جس قدر بے سرو پا باتیں ہو سکتی ہیں، وہ لکھ دی ہیں، اور آخر کار شہاب الدین غوریؒ کی شہادت کو ایک مسرورانہ ہجو میں ادا کرتا ہوا لاہور کو لکھڑوں کے حوالہ کر دیتا ہے، اور ”باقی“ تاریخی جواہر پرچہ کے لئے وعدہ جہتا ہے۔

اس مختصر شہادہ میں اس ”تاریخی کھوج“ پر نہ پوری تنقید

ایک نثر نگیر غلط تاریخی کھوج“ {روزانہ لاہور ۲۴ مارچ ۱۹۲۲ء میں ایک دلچسپ تاریخی مضمون ”کسی کو جبریل عادل بنی آئے، کی طرف سے شائع ہوا ہے، جس میں مضمون نگار صاحب یہ بتلانا چاہتے ہیں، کہ مسلمان فاطمیں نے لاہور پر جو حملے کئے تھے، اُس وقت ”ہندوستان کے ہندوؤں نے کس طرح مزاحمت کا جہاد کیا“، اور ایڈیٹر پریکشات اس کی تاریخی تحقیق کی داد دیتا ہوا، اس مضمون کو ”واقفیت سے بھرا ہوا“ اور ”قابل مضمون نگار کی وسیع کھوج“ قرار دے رہا ہے۔ اس تمام مضمون میں مضمون نگار نے یہ کوشش کی ہے، کہ مسلمان حملہ آوروں نے آکر لاہور کے آباد اور بارونق شہر کو لوٹ کر اور تباہ کر کے دیران کر دیا تھا، اور محمود غزنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لشکر نے داخل ہو کر تمام اہل شہر کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اور ”پھر عظیم الشان محلوں، فلک بوس عمارتوں، سینکڑوں سالوں کے بنے ہوئے تاریخی مندروں، تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کو جلا دیا“ اور پھر عجب تر یہ کہ اس تمام غلط بیانی کو صحیح قرار دینے اور مخاطب کو یقین دلانے کیلئے کچھ لکھنے مشہور اسلامی تاریخ دان لکھتے ہیں، مگر اس مشہور اسلامی تاریخ دان کا نام نہیں لکھا گیا، کہ وہ کون تاریخ دان صاحب ہیں، جنہوں نے غزنویوں کی اس بربریت کا ذکر کیا ہے، اور پھر لاہور میں مسجدوں کے بنوانے اور قلعہ کو دوبارہ مرمت کرنے وغیرہ احوال کو اس طرح پر ذکر کیا جا رہا ہے، گویا مضمون نگار صاحب اپنے مخاطبین کو انتقامی کارروائی کے لئے ابھار رہے ہیں۔ ”ارشاد ہوتا ہے“

تشریح کر کے ”مسلمانوں کا تمدنی نقص“ بھی بتلایا ہے، اور مٹی کے لوٹے کی بھی خوب مٹی پلید کی ہے، مگر ہمیں یہاں پر دوسرے اجزائے فی الحال کوئی بحث نہیں، صرف جزء اول کے متعلق اس کو ہر باری کو دیکھ کر کچھ لکھنا پڑا۔

”ہندو مسلم اتحاد کے سلسلہ میں میں نے پہلے جو مضمون لکھا اس کی بناء پر میں پھر کہتا ہوں کہ مسلمان سری کرشنن علیہ السلام کو خود سچا فرستادہ اور نبی تسلیم کریں، حضرت محمد رسول اللہ نے ان کی نبوت کی تصدیق کر دی ہے، جیسا کہ دیلی کی حدیث مندرجہ فردوس الاخبار موجودہ لائبریری حیدر آباد دکن سے ثابت ہے۔ ادھر ہندو سچے دل سے حضرت محمد رسول اللہ کو خدا کا رسول اور نبی مان لیں الخ“

نذہبی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ کسی اتحاد کے لئے ہمیں عقائد کی سوداگری کی کوئی ضرورت نہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مذاہ ابی راہی کی رشتہ اور بعثت عامہ ایک درخشاں حقیقت ہے جو تمام اقوام عالم کو اس لئے مانتی چاہئے اور ہم ماننے کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ ایک صداقت و حقیقت ہے۔ کسی دوسرے کے غلط دعویٰ کو مان کر ہم معاوضہ میں کسی سے یہ نہیں منواتے، باقی کرشن جی کی نبوت و پیغمبری کا اقرار اور اس کو ایک عقیدہ بنانا نبوت کی اصطلاحی علامت ”علیہ السلام“ ان کے نام کے ساتھ لگا دینا اس کے لئے مسلمان نذہبی طور سے کبھی تیار نہیں ہو سکتے۔ ہمارے پاس قرآن و حدیث اور دوسرے ذرائع یقینہ سے حاصل شدہ کوئی ایسی دلیل نہیں جس کی بناء پر ہم ان کو نبی تسلیم کر سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ایسی صحیح حدیث ثابت نہیں جس میں آپ نے کرشن جی کی نبوت کی تصدیق کی ہو۔ دیلی کی فردوس الاخبار کا حوالہ تو یقیناً ایک سخی سناکی بات کو پیش کر رہا ہے، جو شاید کسی مرزائی کی صحبت کا اثر ہے۔ ورنہ ہمیں سو فی صدی یقین ہے کہ گوہر صاحب نے نہ فردوس دیلی کی زیارت کی ہے۔ اللہ آپ اس سے استغاثہ

ہو سکتی ہے، اور نہ فی الحال یہ مقصد ہے، بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ واقعات کو غلط سلط پیش کر کے عادل نے عدل و انصاف سے کام نہیں لیا، اور معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلم منافرت پھیلانے اور اختلافات کی خلیج کو اور بھی وسیع کرنے کے لئے تو سو سال قبل کی یہ ”وسیع کھود“ لگائی جا رہی ہے، ایسے نازک دور میں جبکہ ہندو مسلم لیڈر اس سخی و کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ متحدہ محاذ قائم کر کے اجنبی مصیبت سے اپنے آپ کو چھڑایا جائے۔ ایسے مضامین کو اس رنگ میں شائع کرنا جن سے جذبات بھڑک اٹھیں اور پرانی عداوتیں پھر تازہ ہوں، ملک و قوم کی خدمت نہیں، بلکہ ایک غدا رہی ہے، لیٹر تاریخچی واقعات کو مسخ کر کے اور توڑ مروڑ کر پیش کرنا بدترین خیانت اور جرم ہے چہ جائیکہ جب اس مقصد کیلئے ہو کہ اس سے دو قوموں کے درمیان اختلاف بڑھ جائیں، حقیقت اس قسم کے ”قابل“ مضمون نگاروں ہی کی برکت ہے کہ ہندو مسلم اتحاد کا قیام مشکل ہے، اور اجنبی اقتدار کو موقع مل رہا ہے، کہ ہمارے اختلاف کو بھانہ بنا کر ڈیرہ جمائے بیٹھا ہے۔

ہندو مسلم اتحاد کا ایک عجیب نسخہ

میں جہاں کو جبریل عادل بی اے، کا تذکرہ بالا ”عادلانہ“ مضمون جو کہ ہندو مسلم اختلافات کے مرض کے مریض جاں بلب ہندوستان کے لئے زہر ہلاہل ہے، شائع ہوا ہے، وہاں دوسرے صفحہ پر جناب نعمت اللہ گوہر بی اے، نے بھی ”ہندو مسلم اتحاد کا نسخہ“ شائع کر کے خوب گوہر افشانی کی ہے۔ ”ہندوؤں اور مسلمانوں کو کھان بین شروع کر کے کئے کیا کیا تیل پانی اور کیا کیا چھوڑی چاہئیں“ اور ہندو مسلم اتحاد کے لئے جو تیرہ ہدف نسخہ تجویز کیا جا رہا ہے اس کے اجزاء یہ ہیں:-

۱۔ دونوں حضرت محمد اور بھگوان کرشن کی ایک سی عورت کریں۔
۲۔ گوشت اور سور کے گوشت کا استعمال بند رہے۔ گوہر صاحب نے مٹی کے لوٹے کو چوٹی، گوہر صاحب نے ان اجزاء کے متعلق خوب

قوم کا ایک طریق عبادت ہے۔ جس میں اس قدر انسانی خوراک آگ کی لپٹوں کی تندر کی جاتی ہے

موجودہ عام معاشی پریشان حالی۔ اجناس کی بے انتہا گرانی اور خاص بنگال کی قحط سالی کے اس دور میں غذا کی یہ کثیر مقدار جو نذر آتش ہو کر راکھ ہو گئی۔ اگر بجائے آگ جلانے کے اس سے قحط زدہ انسانوں کی بھوک کی آگ بجھائی جاتی۔ تو کیا وہ اس سے ہزار درجہ بہتر اور مفید نہ ہوتا۔ انسان کی قیمتی جان کو بھوک کی وجہ سے آنے والی موت سے بچانے کی کوشش کرنا اور اس کے شکم سیر کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس مرحلہ پر ہر انصاف پسند کو دینِ قیم کی صداقت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ جس نے فکروا منھا و اطعموا البائس الفقیر اور اطعموا القانع والمعتز کا حکم فرما کر بھوکے کو کھانا کھلانے کو سارے ثواب اور عبادت قرار دیا۔ آگ میں جلانا یا دیریاؤں میں بہانا تفسیع مال اور نعمت خداوندی کی ناشکری ہے۔ اس کی رضا طلبی کا ذریعہ اور عبادت کا مظاہرہ نہیں۔

مسلمانوں کی اقتصادی حالت { مسلمانوں عام طور پر پہلے بھی نسبتاً مفلس اور بے زرہے۔ صنعت، تجارت، اور دوسرے مفید اور کامیاب ذرائع آمدنی میں تمام قوموں سے پیچھے ہے۔ موجودہ جنگ کی ہولناک نتائج میں سب سے بڑھ کر عام مصیبت یہ بھی ہے، کہ تمام اجناس اور اشیاء استعمال کی قیمتیں حد سے بڑھ گئی ہیں۔ ملازم پیشہ لوگوں کی حالت تو نہایت بدتر ہے۔ کیونکہ ان کی آمدنیوں میں معتد بہ اضافہ کچھ نہیں ہوا اور اخراجات چار چاند ہو گئے ہیں۔ صرف نہ اداعت پیشہ لوگوں کے پاس اجناس کی گرانی کی بدولت نوٹ اگر دولت میں داخل ہیں "دولت" جمع ہو گئی ہے۔ مگر بجائے اس کے کہ ان کا مال کسی اچھے مصرف پر خرچ ہو۔ یا روز نیا یافتن کے لئے تمام عیشیائے رنگ ریلیاں، اسراف و تبذیر رسم و رواج کی پابندی میں

کرنے پر قادر ہیں (اس مسئلہ پر ایک مفصل مضمون اسی اشاعت میں درج ہے)

مرزا قادیانی مشرقتی اور ان جیسے دوسرے اشخاص کا تو یہ مقولہ ہے کہ کرشن جی بھی نبی ہیں ان لوگوں کو نبوت کے مرتبہ عیسا کی پوری حقیقت معلوم نہیں۔ ورنہ علمائے اسلام میں سے کسی محقق عالم نے کرشن جی کے یقینی نبی ہونے اور اس کی نبوت کے اعتقاد کو جائز قرار نہیں دیا۔ "ہندو مسلم اتحاد" موجودہ حالات کے تقاضوں کی بنا پر ضروری ہے۔ لیکن اس کے لئے ایسے نسخے تجویز کرنا جن سے مذہبی عقائد کو نقصان پہنچے اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی روایات اثر پذیر ہوں۔ اور نہرو جی کی تقلید میں لوٹے کو مسلمانوں کی تہذیب کا جڑ سمجھتے ہوئے پھر مذاق اڑانا، رواداری اور جذبہ اتحاد نہیں بلکہ مہانت فی الدین اور کیرکٹ کی کمزوری کی دلیل ہے۔ حقیقت میں گوجر مل صاحب کے قسم کے مضمون نگاروں کا مشغلہ بھی اچھا نہیں جو آتش اختلاف کو بھڑکانے کیلئے ہوا دیتے ہیں۔ اور گوہر صاحب جیسے انتہا پسندوں کی یہ قوم پروری بھی کوئی امر محمود نہیں کہ اتحاد کی خاطر اپنے کو ہندوؤں میں بالکل جذب کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔ بلکہ اعتدال سے کام لینا چاہیے۔ اور خیر الامور اوسطھا پر عمل پیرا ہو کر وطنی مفاد کیلئے حدود شرعیہ کے اندر رہ کر اتحاد مناسب ہے۔

انسانی غذا آگ کی تندر { اخبارات کا بیان ہے آف سیٹ میں فوڈ سیکرٹری نے مشرچی ایس موتی لال کے ایک سوال کے جواب میں کہا۔ کہ دہلی میں حال ہی میں جو گیہ ہوا۔ اس میں تل ۷۰۰ من۔ سرسوں ۴۰۔ جو ۱۰۔ چاول ۱۰۔ ادا کھاڑدہ من تھی، صندل اور خشک میوے ۱۰-۱۰۔ من ڈالے گئے۔

اور ایک دوسری اطلاع یہ بھی تھی۔ کہ ۷۰۰ من گھی بھی آگ میں ڈالا گیا۔ یہ ہمارے "برادران وطن" کی دولت مند

توئیں اور پھر ہمارے ہندوستان کے پڑوسی ہندو تنازع
ملقا اور جہد لیلیات کے لئے جو کچھ کر رہے ہیں۔ اس سے
ذرا عبرت حاصل کر کے اپنی باعزت زندگی اور مستقبل کے
روشن کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔ سمجھ دار طبقہ سے ہماری
دعا ہے کہ وہ اپنا فریضہ سمجھ کر عام مسلمانوں کو ان حالات
زمانہ سے باخبر رکھ کر تمام لغویات، مال و دولت کے بے جا
اخراجات سے روک دیا کریں۔ یہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ
نہ سمجھنا چاہئے۔ یہ تمام قوم کا معاملہ ہے۔ ہر ایک مسلمان
کی خیر خواہی ہمارے لئے لازمی ہے۔

وَعَابے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر
چلنے کی توفیق دے۔ اور تمام بدعات و خرافات اور
تنباہی کے اسباب سے ان کو محفوظ رکھے۔ آمین
شہر آمین۔

مالِ صنائع کرنا، اسلام کی رو سے مطلقاً ممنوع اور ناجائز ہے اگر
ہمارے پاس سیم و زر کے انبار ہوتے تو اس کی اجازت ہرگز
نہ تھی کہ حفظِ نفس کے لئے فی سبیل الشیطان اس قدر بربادیاں
کریں اور اب جبکہ قوم کی عمری حالت بھی ابتر ہے۔ مسلمانوں
کے سینکڑوں مذہبی اور قومی ادارے سرمایہ کے نہ ہونے
کی وجہ سے خاطر خواہ خدمات انجام نہیں دے سکتے۔ ہزاروں
بھوکے در بدر پھر رہے ہیں۔ ہزاروں یتیم ناداری کی وجہ سے
علم کے زیور سے محروم رہتے اور بھیک مانگنے کے عادی ہو جاتے
ہیں۔ تو ایسی حالت میں ان فضولیات سے بچنا مذہبی، قومی،
سیاسی ہر لحاظ سے فرض ہو جاتا ہے۔ چاہئے کہ فضول رسم
ورواج، شادی بیاہ، اور دوسری تقریبات میں تبدیلی سے
رک جائیں، میلوں، ٹھیلوں، اور نمائشوں کے بازاروں کو
باردستی نہ کریں۔ دنیا جس سمت جا رہی ہے۔ تمام دنیا کی

یادگارِ حسینیؑ پر ایک نظر

اس نام سے مولانا محفوظ الرحمن صاحب ناظم جمعیتہ اصلاح (نور العلوم) بھڑاچھ (دیوبند) نے
۳۰ صفحات کا ایک رسالہ شائع کیا ہے۔ جس میں شیعوں کی جاری کردہ حالیہ تحریک ”یادگارِ حسینیؑ“
کے مالہ و ماعلیہ پر بصیرت افروز تبصرہ فرمایا ہے۔ خود شیعوں کے اقوال ان کے متحدہ طرزِ عمل اور ناقابلِ تردید
تاریخی شواہد سے ثابت کیا ہے کہ شیعوں سے اور ان کی کسی تحریک سے بہتری کی توقع رکھنا عبث ہے۔ یادگار
حسینیؑ کی تحریک سے بھی رفض اور عداوتِ اسلام کے جراثیم پھیلانے کے سوا کچھ اور مقصود نہیں ہے۔ یہ رسالہ
اس قابل ہے کہ کثرت کے ساتھ اس کی اشاعت کی جائے۔ غیر مسلمان کم از کم دس روپے بھیج کر ۵۰
نسخے منگالیں۔ اور مفت تقسیم کریں۔ ایک رسالہ کی قیمت غالباً ۴ آنے ہوگی۔ مولانا موصوف سے
طلب کیجئے!

انصار تبلیغی کانفرنس بھیرہ کی تجاویز کی ضروری تشریح

(از مولانا سید سیاح الدین صاحب کا کاخیل)

۲۵-۲۶-۲۷ فروری کو منعقدہ انصار کانفرنس بھیرہ کی کارروائی اور اس میں، پاس شدہ چار تجویزیں گزشتہ پرچہ میں شائع ہو چکی ہیں، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کرام کو ان کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے، اور آپ سے اپیل کی جائے کہ آپ بھی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے ان کو جامہ عمل پہنانے کیلئے جدوجہد سے کام لیں۔

۱) **مسلمان حاکم کا تقرر** { پہلی تجویز کا خلاصہ یہ تھا کہ نکاح و طلاق کے مقدمات فیصلہ کرنے کے لئے حکومت پنجاب مسلمان حاکم ہی مقرر کرے۔

شرعیات اسلامی میں نکاح و طلاق کی بعض صورتوں میں قاضی شرعی کا فیصلہ ضروری ہوتا ہے مثلاً حرمت مصاہرہ۔ خیابلوغ، زوجہ مفقودہ الخیرا زوجہ غائبین۔ وغیرہ میں فیصلہ شرعی ضروری ہے۔

لیکن ہندوستان میں ہماری شامت اعمال سے جب اسلامی حکومت نہ رہی، تو قضا و وقاضی کا سلسلہ ختم ہوا۔ انہی حکومت میں رہتے ہوئے ہمارا تمام شرعی نظام بگڑ گیا۔ معاملات عبادات، تو تقریباً سب کے سب غیر شرعی قوانین پر ہونے لگے اور عبادات میں بھی نماز روزہ کے ماسوا اور چیزیں اصلی شرعی نظام پر نہ رہ سکیں، جن لوگوں کو شریعت اسلامی کے قوانین کا کچھ علم ہے وہ اس کو خوب اچھی طرح سے جان سکتے ہیں کہ ہمارے کتنے احکام معطل ہو گئے ہیں۔ انسانی زندگی میں زوجین کا باہمی تعلق ایک لازماً زندگی ہے۔ اس لئے نکاح و طلاق

کے متعلق مسائل نہایت کثیر الوقوع ہیں۔ اور ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان پیش شدہ صورتوں میں قانون شرعی کے مطابق فیصلہ کرے، اس لئے علمائے کرام کے پاس جا کر وہ مسئلہ دریافت کرتے ہیں۔ لیکن وہ صورت اگر اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ صرف مفتی کے فتویٰ ہی سے شرعاً وہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے، تو علماء کرام فتویٰ دے کر اس کی رہنمائی کر دیتے ہیں۔ مگر اب اوقات صورت یہ پیش ہوتی ہے کہ بغیر قضاے قاضی کے اس قضیہ کا حل شرعاً نہیں ہو سکتا۔ مثلاً حرمت مصاہرہ کی صورت میں زوجین کے درمیان تفریق کرنا جبکہ خود خاوند متارکت پر آمادہ نہ ہوتا ہو۔ تو ایسے وقت میں علماء کو بھی بڑی پریشانی ہوتی ہے، کہ صرف ان کے فتویٰ دینے سے مقدمہ کا قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اور ان کو کسی حکومت سے ایسی قوت تنفیذ یہ تفویض نہیں کی گئی، کہ اس کی بناء پر بحکم قاضی ہو کر وہ اپنا اقتدار نہ فیصلہ نافذ کر سکیں۔ جن علماء کو افتاء کا کام پڑتا ہے یا ہندوستان میں جو مذہبی سرکاری ادارے ہیں ہمیشہ ان کو یہ اشکال پیدا ہوتے رہے۔ اس لئے ایسے مسائل کا شرعی حل معلوم کرنے کے لئے علمائے انجمن نے متفقہ طور سے صورت تجویز کرنے کی تدبیر کی۔ اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی علمائے دیوبند و سہارنپور و تھانہ بھون و دہلی نے متفقہ طور پر نہایت تحقیق و تدقیق سے مدلل ایک کتاب لکھی، جس کا نام الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزۃ ہے اور اس کے تمام مضامین کا عام فہم خلاصہ المہتمومات۔ المظلومات کہے۔ (۱۱)

منشا کے خلاف وہ بل منظور ہوا۔ جمعیت العلماء ہند اور دوسرے مذہبی اداروں کی طرف سے مسلمانوں کو اعلان کیا گیا۔ کہ غیر مسلم کا فیصلہ شرعاً منظور نہیں، اس لئے کوئی عورت اس قسم کا مقدمہ عدالت میں نہ لے جائے۔

الغرض جن اشکالات کی وجہ سے یہ آخری حل تجویز ہوا تھا وہ نہ ہوسکا۔ اور مسلمانوں کے لئے وہ بل بجائے مفید ہونے کے مضر بن گیا، پنجاب اسلامی صوبہ ہے اور یہاں کی وزارت "اسلامی وزارت" کہلاتی جاتی ہے۔ اس لئے اس صوبہ کے مسلمانوں کا اپنی نمائندہ وزارت سے مطالبہ کرنے کا حق ہے کہ وہ اپنے صوبہ کے اندر ایسے مسائل کے مقدمات کے شرعی طور سے فیصلہ کرنے کیلئے اول تو یہ ہے کہ جید و فقیہ علماء کو اگر تحصیل دار نہیں ترضیع و قاضی مقرر کرے۔ اور ان کو پورے طور سے اقتدار نہ تنفیذی اختیارات حوالہ کرے۔ تاکہ باقاعدہ شرعی طور پر صحیح طریقہ پر فیصلے کیا کریں۔ اور اگر ہماری بد قسمتی سے اسلامی وزارت سے اس اسلامی خدمت کی توقع نہ ہوسکتی ہو تو کم از کم یہ ہو سکتا ہے۔ کہ قانونی طور سے صوبہ کے لئے یہ مزدوری قرار دے کہ صرف مسلمان جج ہی ایسے قسم کے فیصلے صادر کر سکتا ہے۔ اور کوئی غیر مسلم حاکم اس قسم کا فیصلہ ہرگز نہیں کر سکے گا۔ اس صورت میں مسلمانوں کی تکلیفات کا قدرے ازالہ ہو جائے گا۔ اور اسی بنا پر کافر نس میں یہ تجویز پیش ہو کر پاس کی گئی۔

(۲) دوسری تجویز کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ صوبہ پنجاب میں قرآن مجید اور دیگر مذہبی کتب کی طباعت و فروخت غیر مسلموں کے لئے قانوناً روک دی جائے۔

مسلمانوں کی خود اپنے کیر کڑ کی کمزوری اور لاچارہی کی وجہ سے اس قسم کے مطالبات حکومت سے کئے جاتے ہیں۔ ورنہ اگر ہم میں خود اپنی غیرت ہوتی اور قرآن مجید اور دیگر مذہبی کتابوں کی حرمت و تقدس کا کچھ خیال ہوتا۔ تو خود ایسی تجویزیں سوچ سکتے تھے، کہ غیر مسلم اس کتاب مقدس کی طباعت و فروخت ترک کر دیتے، اگر ہم چند آنے سے دھوکے والوں کے لالچ میں

مسائل کے متعلق چاہتے کہ علماء اس کا مطالبہ کریں، اس کتاب میں فقہی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ہندوستان کی سرزمین پر جبکہ اسلامی حکومت موجود نہیں اور باقاعدہ طور سے قاضی مقرر نہیں تو ان مجبوریل کی وجہ سے شرعیہ بھی گنجائش ہے۔ کہ اگر ان مسائل کے مقدمات کا فیصلہ شرعی قانون اور فقہی طرز پر کوئی ایسا جج کر دے جو کہ مسلمان ہو، اگرچہ وہ انگریزوں کی طرف سے مقرر ہے تو تنفیذی اختیارات رکھنے کی وجہ سے وہ بھی قاضی کے حکم میں ہو سکتا ہے اور اس کا فیصلہ شرعاً تقزین وغیرہ میں معتبر قرار دیا جائے گا۔

اس کے بعد محمد احمد کاظمی صاحب سہارنپوری نے مرکزی اسمبلی میں ایک بل پیش کیا۔ جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ نکاح و طلاق کے ان مسائل کے متعلق دائر شدہ مقدمات انگریزی قوانین کے موافق نہیں بلکہ شرعی قانون کے مطابق مسلمان حاکم فیصلہ کیا کرے۔ مرکزی اسمبلی میں وہ بل پاس ہوا۔ لیکن دفعہ عدلیہ جو درحقیقت اس تمام بل کی جان تھی اس کو کاٹ دیا گیا۔ یعنی فیصلہ کرنے والے حاکم کے مسلمان ہونے کی شرط کو اڑا دیا۔ اور عذر یہ کیا گیا۔ کہ ہندوستان میں ہر جگہ مسلمان حاکم میسر نہیں آسکے گا۔ اور صرف مسلمانوں کے لئے یہ امتیازی شان برتا نہیں جاسکتا۔ کہ ان کے واسطے مستقل حاکم مقرر کئے جائیں۔ چونکہ اس شرط کے اڑا دینے سے شرعی طور پر پھر تمام بل بیکار بلکہ مسلمانوں کے لئے مضر تھا۔ کیونکہ غیر مسلم حاکم کا فیصلہ شرعاً نافذ نہیں ہو سکتا اور غیر مسلم کی تعزیت سے عورت خاوند سے جدا نہیں ہو سکے گی۔ اور اگر غیر مسلم کے عدالتی فیصلہ کے بناء پر کوئی عورت نکاح ثانی کرے تو وہ نکاح غلط اور عمر بھر کے لئے بدکاری میں مبتلا ہونا ہوگا، اس لئے خود کاظمی صاحب نے اور بعض دیگر واقعی مسلمان نمبروں نے اس پر بہت زور لگایا۔ اور جب کثرت رائے کے دوسری طرف ہونے کی وجہ سے ان کی نہ سنی گئی، تو اس نے مطالبہ کیا۔ کہ اگر اس دفعہ عدلیہ کو نکالا جا رہے تو پھر باقی ماندہ بل کو بھی میں واپس لینا چاہتا ہوں۔ لیکن بہر حال مسلمانوں کے

آپ نے زمینداروں کی زمینیں ساہوکاروں سے چھڑانے کی کوشش کی۔ وہاں خدا کی مقدس کتاب کو بھی غیر مل کے ہاتھ سے نکالنے کی کچھ سعی کریں۔

عربی مدارس کا نصاب تعلیم { تیسری تجویز کا خلاصہ یہ تھا کہ عربی مدارس کے موجودہ نصاب تعلیم میں مناسب ترمیم وضع اور نئے نظام تعلیم کا اجرا کیا جائے۔

عربی مدارس و مکاتب میں دو طرح کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، ایک تو تفسیر و حدیث و فقہ و اصول کی کتابیں، جو بلا واسطہ علوم دینیہ اور مقصود بالذات ہیں۔ اور بعض وہ علوم و فنون اور ان کی کتابیں جن کے سمجھنے سے ان علوم مقصودہ میں امداد ملتی اور لیاقت بڑھتی ہے۔ علوم عربیہ کے پڑھنے پڑھانے سے مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ مقدس مذہب اسلام کی تعلیمات کو خود پورے طور سے سمجھ کر دوشل کو سمجھایا جائے، اور خدا کا یہ آخری پیغام تمام نوع انسانی کے سامنے پیش کر کے قبول کی دعوت دی جائے، اور اگر اختیار کی طرف سے کچھ شبہات پیش کئے جائیں تو ان کا ازالہ کیا جائے، اور اگر وہ کوئی بارحانہ حلقہ کریں، تو ان کی فہم کی پوری قوت موجود ہو۔ اسی نصاب العین کو لیکر ہر زمانہ میں علمائے کرام نے نصاب تعلیم تجویز کیا، اور اپنے ماحول کے حلقہ اور مذہبوں اور نظریوں کے مقابلہ کے لئے جس طرح علمی ہتھیار اور جس قسم کے لڑنے والے سپاہیوں کی ضرورت ہوتی تھی، نصاب تعلیم اور طرز تعلیم وہی سوچتے۔ کہ ان مدارس عربیہ کے کارخانوں میں وہی ہتھیار تیار ہو اور ان قلعوں، اور چھاؤنیوں میں رنگروٹوں کو اسی قسم کی ٹریننگ دی جائے تفصیل و تشریح کا موقع نہیں ورنہ عرض کرتا۔ کہ کس طرح تدریس کا صدر اول سے لے کر ماضی قریب تک اسی مطمح نظر کی بناء پر نصاب و طرز تعلیم میں تبدیلی ہوتی چلی آ رہی ہے اس لئے یہ بالکل صحیح ہے کہ ہر زمانہ میں علمائے کرام نے جو نصاب

یا کسی لالہ جی کے پیدائشی گاہک ہونے کی وجہ سے ہندو سکھ کی دکان پر قرآن شریف خریدنے نہ جاتے۔ تو نہ وہ غیر مسلم اس کو اپنی دکان میں برائے فروخت رکھتا، اور نہ وہ اس کو چھپواتا۔ وہ تو ایک تجارتی قوم ہے نفع کی خاطر جس طرح اور چیزیں فروخت کے لئے رکھتی ہے قرآن مجید، بھی رکھ دیتی ہے یہ ظاہر ہے کہ غیر مسلم ہماری مذہبی کتاب کا ادب و احترام نہ کرنا چاہتا ہے اور نہ کر سکتا ہے، اس لئے کس قدر بے جمعی بے غیرتی اور نامناسب ہے کہ جس کتاب مقدس کو مسلمان بھی بلا وضاحت نہیں لگا سکتا، اس کو ”بخس مشرک“ حکمی اور حقیقی دونوں نجاستوں کے باوجود جس طرح اس کا جی چاہے ہاتھوں میں لے رہا ہے۔ اس لئے اول تو ہمارے سخی عام مسلمانوں کی طرف ہے کہ اگر عام اشیاء کے بارے میں کسی لالہ جی سے مجبور ہو کر دست کشی نہیں کر سکتے، تو خیر ہے مت کرو، میں اس موقع پر آپ کو تجارتی بائیکاٹ کا مشورہ نہیں دے رہا۔ جب تک اور غلامیوں کے ساتھ ساتھ اقتصادی غلامی بھی آپ کی قیمت میں لکھی ہے اس وقت تک صرف ہنگامی بائیکاٹ آپ کے مرض کا علاج نہیں ہو سکتا، مقصد صرف یہ ہے کہ صاحب قرآن اور قرآن کی خاطر اس کتاب مقدس کے تقدس کا پاس رکھ کر آج سے خود بھی آمادہ ہو جاؤ، اور اپنے حلقہ احباب کو بھی آمادہ کرو۔ کہ کسی غیر مسلم مطبع کے مطبوعہ یا کسی غیر مسلم کی دکان سے قرآن مجید اور دوسری مذہبی کتابوں کا سودا نہ کر دوں گا۔

دوسرا مطالبہ پنجاب کی ”اسلامی وزارت“ سے یہ ہے کہ آپ کے پڑوس میں سرحد کی کانگریسی وزارت نے جسکو ہندو کی رضا مندی کا خاص خیال رکھنا پڑتا تھا، خالص مذہبی حق ہونے کی بنا پر یہ بل پاس کر دیا کہ کوئی غیر مسلم تاجر قرآن مجید فروخت نہ کرے۔ تو سرحدی وزارت کی پیروی کرتے ہوئے آپ بھی اس قسم کا بل پاس کر دیں، کہ غیر مسلموں پر اشاعت و فروخت بند ہو اور نیز قرآن مجید کے اوراق کو بطور رسد کاغذ ہستمال کرنا اور فروخت کرنا بھی مطلقاً روک دیا جائے جہاں

رکھ کر اس مسئلہ پر توجہ فرمائیں، اور متحدہ طور سے کوئی صورت تجویز کریں، اس بناء پر کانفرنس میں تجویز پیش ہو کر پاس کی گئی۔ تاکہ ذمہ دار حضرات کو اس اہم چیز کی طرف توجہ دلائی جائے۔

سکولوں میں مذہبی تعلیم { جموں کے ساتھ

غلام کرنے اور ذہن کے چشموں کو خشک کرنے، بلکہ غولارڈ میکالے کے الفاظ میں ”سستے کارک ہیا کرنے“ اور ”خون و رنگ سے ہندوستانی لیکن خیالات و افکار کے لحاظ سے اگر بنانے“ کی غرض سے جو تعلیمی سکیم ہمارے لئے تجویز کی گئی تھی، وہ اپنے مقصد میں کامیاب ثابت ہو گئی ہے، اور سکولوں کی تعلیم کے ”تیزاب“ میں جن دماغوں کی ”خودی“ ڈال گئی ہے، وہ پگھل کر اس قدر ملائم ہو گئے ہیں کہ اب ”دماغوت“ ان کو جس طرف چاہے پھیر سکتا ہے۔ مسلمان زادوں کو ان سکولوں میں جو تعلیم و تربیت ملتی ہے۔ اور اس آب و ہوا میں ہمارے نوجوانوں کا نشو و نما جس طریقہ سے ہو رہا ہے۔ وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اطوار و خصائل، طرز فکر، طریق زندگی، اور رنگ طبیعت میں بالکل اپنی قومی اور مذہبی طرز زندگی سے مناسبت نہیں رکھتی اگرچہ اس نظام تعلیم میں کسی جُز کی تفسیر کرنے سے تمام مفاسد و مضار کا بالکل انکسار ہو سکتا۔ اور جب تک اس اقتدار کو مثالیانہ جائے جن کی ذہنیاتوں سے ایسے نظام کی تخلیق ہوتی ہے اس وقت تک بہر نوع ان درسگاہوں یا قتل گاہوں میں جا کر ہمارے نوجوانوں کا اثر پذیر ہونا لازمی ہے لیکن پھر بھی سکولوں کی چار دیواری میں اگر دوسرے مضامین کے ساتھ ساتھ توجہ کے ساتھ مذہبی تعلیم کو لازمی اور شرط کامیابی امتحان قرار دیا جائے، اور اس غرض کیلئے قابل دیندار اور ٹھوس طبیعت رکھنے والے علماء رکھے جائیں، تو پھر البتہ کچھ امید ہو سکتی ہے۔ کہ نوجوان لڑکوں کی توجہ اور قابل

پسند فرمایا ہے، وہی اس زمانہ کے لئے عین مناسب تھا لیکن اس کو صحیح سمجھنے کا یہ بھی تو معنی ہے کہ کسی دوسرے زمانہ اور دوسرے ماحول میں بھی اس کو ہی صرف حصول علم دین اور خدمت و تبلیغ اسلام کا ذریعہ قرار دیا جائے۔ اس بناء پر یہ کہنا صحیح ہے کہ ماضی میں درس نظامی اگرچہ اس وقت کے لحاظ سے موزوں تھا، مگر اب جبکہ ہندوستان میں زمین کے سوا باقی تمام چیزیں بدل گئی ہیں، ذہنیتیں، علمی نظریے، افکار و خیالات، معیار تنقید، تبلیغی طریقے سب میں کافی تغیر آ گیا ہے۔ اس لئے اس فضاء میں رہتے ہوئے دین اسلام کی خدمت گذاری کے لئے میدان میں نکلنے والے سپاہیوں کے ہتھیاروں میں بھی تبدیلی ضروری ہے اور لازماً اس سابقہ نصاب میں ترمیم و تنسیخ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے جن لوگوں کا حلقہ معلومات وسیع ہے اور انہیں قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے وہ احساس کر سکتے ہیں کہ احساس و ودہریت اور مارکسی ذہنیت کی ان طوفانی موجوں میں کس قسم کے ملاح اپنی مذہبی کشتی کو بچا سکتے ہیں، اور یونانی فلسفہ و منطق کی کتابیں کس حد تک کامیاب کشتی رانی میں امداد دے سکتی ہیں۔ اس لئے وہ حضرات اپنی شہت حاصل اور جذبہ اسلام سے مجبور ہو کر بار بار تیجئے ہیں اور قوم کو آمادہ کرتے ہیں، کہ اسلام کے ان آخری سرحدی قلعوں کی نئی مورچہ بندی کی فکر کرنے اور اپنی مدافعتی فوج کو نئے آلات حرب سے مسلح کرے۔ کام چونکہ اہم اور اجتماعی قوت سے کرنے کا اور نئے نظام تعلیم کے نقشہ بنانے کا ہے اس لئے ماہرین تعلیم اور صائب الرائے اصحاب علم کی باہمی مشاورت کے بعد ہی طے ہو سکتا ہے کہ موجودہ نصاب تعلیم میں کیا ترمیم و تنسیخ ہونی چاہئے۔ کن کن کتابوں کو بدل جائے اور کون سے نئے نئے علوم داخل کئے جائیں۔ لہذا ضرورت ہے کہ تمام مدارس عربیہ کے ہتھمیں دارا کیں متفصیلات زمانہ کو دیکھ کر اور آنے والے انقلاب کی پیش بندی کا خیال

نماز جمعہ کے لئے تعطیل { پانچویں تجویز یہ
مسلمان ملازموں کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے کم از کم تین
گھنٹہ کی چھٹی ہونی چاہئے،

جمعہ کا دن مسلمانوں کے ہاں مذہبی طور سے متبرک دن
ہے اور نماز جمعہ کی تیاری کے لئے صبح ہی سے اہتمام کرنے کی غرض
سے اسلامی اداروں میں تمام دن ہی تعطیل رہتی ہے۔ حکومت
کے ہاں چونکہ اتوار کا دن مذہبی طور سے زیادہ وقیع اور متبرک
ہے اس لئے اتوار کی تعطیل جو مسلمانوں کے لئے کوئی خاص
مغیہ نہیں ہوتی، اور جمعہ کو انہیں ڈیوٹی پر ہنا پڑتا ہے،
اور کہیں اگر نماز کے لئے چھٹی بھی دی جاتی ہے تو ایک ہی گھنٹہ
جو یقیناً آنے جانے اور با اطمینان نماز پڑھنے کیلئے کافی نہیں
ایک مسلمان کو جب قرآن مجید کا حکم ہے یا ایہا الذین امنوا
اذ انذی للصلوۃ من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ
وذموا والبیع تو جمعہ کی اذان کے بعد اس پر نماز جمعہ کی ادائیگی
کے لئے جامع مسجد میں جانا فرض اور کسی اور کام میں مشغول
رہنا حرام ہے تو اب ایسی صورت میں دفاتر وغیرہ میں قانوناً
ان کو روکے رکھنا اور نماز کے لئے چھٹی نہ دینا مذہبی مسائل
سے — پنجاب کی ”اسلامی وزارت“ سے یقیناً یہ توقع
رکھنی چاہئے کہ وہ اس مذہبی حکم کا خاص خیال رکھتے ہوئے مسلمان
ملازموں کو کم از کم تین گھنٹہ کی چھٹی ملنے کا حق منظور کرے تاکہ
وہ اطمینان خاطر کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ سکیں۔

اساتذہ دین کی تعلیم و تربیت سے کافی حد تک اصلاح ہو سکے
گی۔ حکومت رعایا سے مالیہ دیکس وغیرہ اس لئے وصول کیا
کرتی ہے، کہ رفاد عام کے کاموں اور قوم کے فوائد میں
اس رقم کو خرچ کرے گی۔ اور ظاہر ہے کہ بچوں کی مذہبی تعلیم
اور دینی حفاظت کے سامان کرنے سے بھی کوئی اور زیادہ فائدہ
کا کام ہو سکتا ہے؟ اس لئے مسلمان اس مطالبہ میں بالکل
حق بجانب ہیں کہ ضرور سکول میں ان کی اولاد کے لئے دینی
معلم مقرر کیا جائے۔ اور کافی مالی امداد اور اعزاز و احترام کی
حوصلہ افزائی سے اس کی دلچسپی پیدا کی جائے۔ تاکہ وہ
شوق و رغبت کے ساتھ بہترین طریقوں پر بچوں کی تعلیم
و تربیت مذہبی لائٹوں پر کیا کرے۔ آج کل بعض ”اسلامی“
نام رکھنے والے سکول صرف مسلمانوں کی جیبوں سے چندے
نکالنے کی غرض سے دعوہ دہی کے لئے مذہبی تعلیم کے نام
سے کسی ایسے مولوی کو پڑھائی کی تنخواہ پر رکھتے ہیں۔ جو
صرف ان اراکین سکول کی کسی خاص اصطلاح میں مولوی ہوتا
ہے۔ اور اس سے یہ کوئی امید نہیں ہو سکتی، کہ سکول کے آداب
طبیعت و طقوس کو مذہب کی طرف راغب کر سکے، لہذا
انصار کا نفرنس جس حکومت پنجاب سے مطالبہ کیا گیا۔ کہ تمام
سکولوں میں مذہبی تعلیم کو لازمی قرار دے کر اس کے لئے
قابل و دیندار اساتذہ کو مقرر کرے۔ تاکہ ہماری نسل
لامذہبی کی وبا اور افاد و بے دینی کے سیلاب سے
محفوظ رہ سکے۔

نہایت ضروری

چاہئے کہ تمام مسلمان ہر جگہ اس قسم کی تجویزیں پاس کرائیں، اور صاحب اثر سفراء اپنے اثر و رسوخ کو کام میں
لا کر اپنے ان مطالبات کو منوانے کے لئے عملی جدوجہد کریں، اور حکومت پنجاب کو آمادہ کریں کہ وہ ان تمام
باتوں کو تسلیم کرے۔

”و ما علینا الا البلاغ“

نامہ تحریر

چند تاریخی جواہر ریزے

(از مولانا سیاح الدین صاحب کا کاخیل)

الرجل للرجل ما وردك
الليلة وكم تحفظ من
القوان وصتی تختم
وصتی ختمت وما نضم
من الشهير (تاریخ طبری)
قرآن مجید کتنا یاد ہے،
تو کب ختم کرے گا، تو نے کب ختم کیا ہے، تو ہنسی میں
کتنے روزے رکھتا ہے۔

سچ ہے الناس علی دین ملوکہم شاہانہ
اقتدار جس طرز و طریق پر ہو، اپنی زندگی کی تشکیل
کرتا ہو، انہی بنیادوں پر رعایا کی معاشرت و تمدن
کی دیواریں اُٹھتی ہیں، آج سینما، تھیٹر، لاٹری،
بیمہ، بینک، تصویر کشی، سگ پروری، نیم عریانی،
بے پردگی، راگ، گانا وغیرہ جاہلی تہذیبیں ہمارے
آقاؤں کو مرغوب و پسندیدہ چیزیں ہیں۔ اس لئے
حکمران طاقت کے بچے کے نیچے دبی ہوئی رعایا نے بھی
ان اشیاء کو اپنا دین بنا لیا ہے، اور یہی غیر اسلامی
"فواحش" آج مسلمان گھرانوں میں بھی لازمہ تہذیب
کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور ان کے خلاف کوئی حرف زبان
پر لانا دقتا و سیت اور گور مغزی کے طعنے سننے کے لئے
آمادہ ہونا ہے، جب تک ان آقاؤں سے ہمارا
پھٹکارا نہ ہو ان فواحش سے نجات ہی مشکل ہے ہل
من مد کس،

الناس علی دین ملوکہم
عائدان بنی امیہ میں
ولید بن عبد الملک
المتوفی ۹۶ھ اور سلیمان بن عبد الملک المتوفی ۹۹ھ
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۱۹۸ھ
نمایاں شخصیتیں ہیں، ولید کے متعلق روایت ہے:-
کان صاحب بناء واتخاذ
المصانع والضیاع وکان
الناس یلتقون فی زمانہ
فانہما یسئل بعضہم بعضا
عن النباء والمصانع
سے آبادیوں اور تالابوں، حوضوں وغیرہ کی تعمیر کے
بارے میں پوچھ لیا کرتا۔

اور سلیمان بن عبد الملک کے متعلق روایت ہے:-
کان صاحب نکاح و طعام
فکان الناس یسئل بعضہم
بعضا عن التزوین و الحج
الجواسی
سے مل کر نکاح اور لونڈیوں کی باتیں پوچھتے۔

اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے
متعلق راویوں کا بیان ہے:-

راہما ولی عمر بن عبد العزیز
کانوا یلتقون فیقول
لیکن جب حضرت عمر بن
عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

نادار طالب علم کی برکت غزنوی کا اعزاز

ابوالقاسم فرشتہ مشہور مسلمان مؤرخ طبقات ناصری سے روایت کرتا ہے،

”سلطان محمود غزنوی حدیث العارفاء ودراسة

الانبياء کے بارے میں کچھ مترود تھا، ایک شب

اکھلا کہیں سے آ رہا تھا اور شاہی فراش طلعتی شمع

دان میں شمع روشن کئے ہوئے آگے آگے جا رہا تھا۔

ایک غریب طالب علم مدرسہ میں اپنا سبق یاد کرتا تھا،

اندھیرا تھا اور چراغ پاس نہیں تھا، اس لئے مطالعہ

کرنے کے لئے ایک بقال کی دکان کی روشنی کے پاس

جاتا اور مطالعہ کیا کرتا، سلطان نے اس طالب علم

کی ناداری اور تکلیف کو دیکھا، تو اسے رحم آیا، وہ

شمعدان اسی کو مرحمت فرمایا۔ اسی رات خواب میں

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی،

آپ نے فرمایا یا ابن الامیر ناصر الدین بسکتگیں

اعزاک اللہ فی الدارین کما استنزات وشرتی

اس خواب سے اس کا اشکال رفع ہوا۔

مہمان رسول غریب الدیار طالب علموں اور مجاہدین فی سبیل اللہ

کی اس جماعت کی خدمت وادین کے اعزاز کا سبب بنے کچھ مستبعد

نہیں، اس کو کوئی صرف ”خواب کی باتیں“ نہ سمجھے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے میں مرآئی فقد مرآئی،

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی خواب میں

دیکھا، لیکن خیر اس بارے میں بیداری کی روایتیں صحیح روایتیں

بھی تو کم نہیں۔ ابوسعید خدری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد نقل فرماتے ہیں۔ آپ نے امت کو ارشاد فرمایا:-

ان الناس لکم تبع (ان بے شک لوگ تمہارے تابع

مجالاً یا تو تم کو من اقطار ہیں اور مختلف اطراف ملک

الارض یتفقھون فی سے دین کی سمجھ حاصل کرتے

الدین فاذا اتوکم لوگ تمہارے پاس آئیں گے
فاستوصوا بہم خیرا۔ پس جب وہ (طالب علم، تمہارا
(رواہ الترمذی) پاس آجائیں، تو (میں وصیت
کرتا ہوں کہ) تم ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

حضور کے دوسرے صحابی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ
انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما کر بیان
کرتے ہیں کہ آپ کا ارشاد ہے:-

ان الملئمة انضع بے شک ملائکہ رحمت طالب
اجفحتھا رضا لطلب علم کی رضامندی کے لئے رحمت
العلم الخ کے پر بچھاتے ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کا قول بیان فرماتے ہیں:-

من خرج فی طلب العلم جو علم دین کی طلب میں گھر

فھو فی سبیل اللہ حتی سے نکلا۔ وہ واپس لوٹنے تک

یرجع (ترندی ودارمی) ”اللہ کی راہ“ میں (جہاد

کرتا ہے۔

افسوس۔ صد افسوس۔ جس گروہ کے بارے میں ہمارے

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھلائی کی وصیت کی۔ طے دے

دے کر آج ”امت“ اس سے بڑا سلوک کر رہی ہے۔ جن کے

اعزاز کی بناء پر اس زبان مبارک سے دارین کے اعزاز کی دعا

نکلتی ہیں۔ آج ان کی تدبیر و تحقیر کو قومی ترقی کا ذریعہ قرار

دیا جا رہا ہے۔ جن کی رضا جوئی کے لئے فرشتے رحمت کے پیر

بچھاتے ہیں۔ آج غیر نہیں بلکہ ”اپنے“ ہی ان کے راستہ

میں کانٹے بچھاتے اور بجائے آرام دینے کے ان کو نشانے ہیں

قرآن وحدیث کی طلب میں گھروں سے نکل کر مسافری کی

زندگی بسر کرنے والے مجاہد فی سبیل اللہ طالب علموں کو

حقارت کی نظروں سے دیکھا جا رہا ہے، اور ان کا مذاق

اڑایا جا رہا ہے، ”فواللہ انکر غور کر کے دیکھا جائے، تو

غالباً یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا، کہ اس کے گزرنے زمانہ میں

بھد تو زقون وبھد تملطون کا مصداق یہی گروہ

ہندوؤں کے اعتقاد میں بکراجیت کے جلوس کا دن اور تاریخ ہند کے شروع ہونے کا دن ہے۔ لہذا آئندہ پھر ایسا نہ کرنا اور اس طرح جہالت پھر کہیں تم سے سرزد نہ ہو جائے۔

سلطان عالمگیرؒ کی نظریں دور بین تھیں۔ مجوس و ہنود کے اس تشبہ کے برے عواقب کا انہیں احساس تھا اس لئے اس کو ”بدعت“ و جہالت قرار دیتے ہیں۔ اور تاکیدی الفاظ کے ساتھ شاہزادہ کو روک رہے ہیں حقیقت میں تشبہ بالغیر کا داعیہ تب پیدا ہوتا ہے جب پہلے عقیدہ میں تزلزل آجائے۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی فرمایا ہے:-

”لایشبہ الزی بالزی حتی لیشبہ القلوب بالقلوب“ اس لئے ”اسرار شریعت“ سے واقف سلطانؒ ”عقائد خود راست دارند“ کی تلقین فرماتے ہیں، غیروں اور کفار ہند و فرنگ دونوں کے ”صبغہ“ میں سر تاپا رنگے ہوئے نوجوان ہمارے ترکش کے اس خدنگ آفرین سلطانؒ کی اس نصیحت پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ کہ وہ ایک شاہزادہ کو ”بطور اہل ایمان تکلف“ سے کس طرح منع کر رہے ہیں۔ اور جلوس بکراجیت کے سالگاہ کی خوشی آپ کو منظور نہیں۔ کیا کرمس، ہولی، دیوالی، اور سلور جوبلی، اور ”گولڈن جوبلی“..... وغیرہ موقعوں پر ہماری جشن نوروزی، اور تکلفات اس ”عالمگیری سیاست“ کی رو سے قابل عتاب نہیں، بلکہ ہمیں سزا مل رہی ہے؟ دن بدین قہر عدالت میں گرتے چلے جا رہے ہیں؟

ہے، اوجوانتہائی بے جگہ سی اور صیر آزمائی کے ساتھ شعائر اسلامی کے باقی رکھنے کے لئے میدان میں اترتے ہیں۔ زندگی کے سمندر میں الحاد کے اٹھتے ہوئے طوفانوں سے مذہب کی کشتی کو بچا کر ساحل مراد تک پہنچانے والے یہی ملازم ہیں۔ شکراً للہ مساعیہم۔

سلطان عالمگیرؒ تشبہ بالکفار سے اجتناب

خاندان مغلیہ میں سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ ایک متدین اور متشرع سلطان گذرے ہیں شہزادہ محمد معظم کو ایک رقعہ لکھتے ہیں:-

از عرض بے غرضی نظر ہر شد
کہ ایک بے غرض کے کہنے سے
کہ امسال جشن نوروزی بطور
معلوم ہوا کہ تم نے اس سال
اہل ایران بہ تکلف کردہ اند-
جشن نوروزی ایرانیوں کی
بفضل اہل عقائد خود درست
طرح تکلف کے ساتھ کیا ہے
دارند۔ ایں بدعت تازہ از کہ
بفضل اہل اپنے عقائد کو
آموختہ اند۔ ظاہراً آن عرب
درست رکھو۔ یہ تازہ بدعت
کہاں سے سیکھی ہے۔ ظاہراً
کہ خود رامید میگویانندہ بنام کنندہ
نکونامے چند۔ تعلیم کردہ باشند۔
بہر حال چون ایں روز از ایجاد
تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عرب
جو اپنے آپ کو سید کہلاتا اور
مجوس است وہاں اعتقاد کفار
”بنام کنندہ“ نکونامے چند
ہے اس نے یہ تعلیم دی ہوگی
ہندو و جلوس بکراجیت یعنی
بہر حال چونکہ یہ دن مجوسوں
نیا بدعت و جہالت بغیر نگلیہ
کی عیدوں میں سے ہے اور

ضروری گزارش

تمام برادران اسلام کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں رسالہ ”شمس الاسلام“ بھیرے کے خریدار بکثرت جہیا کر کے حق کی آواز کو عام کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اور عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں؟

(مینجی)

بحث و نظر

ہندوستان میں انبیاء کرام کی بعثت

(ادارہ)

کی ہو۔ لیکن چونکہ قرآن و حدیث میں کسی ایسے نبی کا نام نہیں آیا۔ جو ہندوستان کی سرزمین میں مبعوث ہوا تھا، اس لئے معین کر کے کسی کے منقلب نبی ہونے کا یقین نہیں کر سکتے۔

اس مختصر سوال کا یہ مختصر اور اجمالی جواب بالکل کافی تھا۔ لیکن کچھ عرصہ سے ان اثرات کے ماتحت جن کا ذکر ابتدا میں کر چکا ہوں، اب یہ آوازیں اٹھنی شروع ہوئیں۔ کہ ہندوستان میں خلقِ خدا کی رہنمائی کے لئے ”کوشن علیہ السلام“ راجندر علیہ السلام اور ”گوتم بدھ علیہ السلام“ رسالت و نبوت کے عہدہ سے سرفراز ہو کر مبعوث ہوئے تھے، اور اپنے اپنے عہد میں انہوں نے بحیثیت رسول و پیغمبر اللہ کا پیغام سنایا۔ اور موجودہ بُت پرستی وغیرہ شرکیہ عقائد و اعمال ہندوؤں میں بعد کی پیداوار ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام برحق نبی اور حبیب اللہ رسل میں سے تھے اور انہوں نے توحید کی تعلیم دی تھی۔ لیکن بعد میں یہود و نصاریٰ صحیح موعودیت و عیسویت پر نہ رہے اور شرکیہ عقائد اختیار کر گئے، یہ دعویٰ ہے جس کو بڑے زور و شور اور خطیبانہ عبارات میں پیش کر کے منوا یا جا رہا ہے۔ دعویٰ اتنا اہم اور قابلِ توجہ ہے کہ مسلمانوں کے قلب و دماغ میں تہلیل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ وہ چند ایسے اشخاص کی نبوت و رسالت کا عقیدہ رکھیں جن کے متعلق وہ پہلے سے یہ اعتقاد رکھ بیٹھے ہیں کہ وہ بت پرست

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے فیکر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی علیہ وسلم تک بہت سے پیغمبر اور رسول ۲ عراق و فلسطین، شام مصر، اور جزیرۃ العرب میں مبعوث فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں ان انبیاء کرام کی مقدس زندگی، ان کی تعلیمات، اور مختلف اقوام کو تبلیغ اور ان اقوام کے انجام کار کا ذکر معظمت و عبرت کے لئے بار بار فرمایا۔ اس سلسلہ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح ان متذکرہ بالا اعمال کے باشندوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ملہ سے یہ روشنی کے ستارے ہر زمانہ میں مقرر فرمائے، کیا دوسرے ممالک و دنیا خصوصاً ہندوستان جیسے وسیع براعظم کے باشندوں کی روحانی تربیت کیلئے بھی کوئی اس قسم کا سامان کیا گیا یا نہیں؟ جب اس سبب العالمین نے ہندی نژاد انسانوں کی مادی تربیت کے لئے اپنی رحمت سے مادی نعمتوں کے دہانے کھولے ہیں اور ہر طرح کی دنیوی آسائشیں انہیں نصیب کی ہیں، تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اپنی ربوبیت کا ملہ سے وحی و نبوت کی نعمت اور انبیاء کے انوار سے انہیں محروم کیا ہو اور روحانی تربیت کیلئے مادی ورہمانہ بھیجے ہوں؟ یہ سوال عرصہ سے اٹھا یا گیا۔ اور علمائے محققین نے ہمیشہ اس کا یہی جواب دیا کہ ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی نبی مبعوث ہوئے ہوں۔ انہوں نے اگلی مذہب اور توحید کا مل کی تبلیغ

” (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ کان فی الہند نبیا اسود اللون اسمہ کاہنا یعنی ہند میں ایک نبی گذرا ہے جو سیاہ رنگ تھا اور نام اس کا کاہن تھا یعنی گھنیا جس کو کرشن کہتے ہیں الخ (چشمہ معرفت حصہ دوم ص ۱۸)

مرزا جی نے ”حدیث“ کا حوالہ دیا اور کرشن کو نبی ثابت کر گیا، عربی دان حضرات پہلی نظر میں عبارت کی غلطی کو دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ حدیث کی عبارت ایسی فاحش غلط نہیں ہو سکتی۔ آج تک مرزائی جماعت اس حدیث کا حوالہ پیش نہیں کر سکی۔ کہ یہ کوئی حدیث ہے بھی! پھر کاہن سے کنہیا او اس سے پھر کرشن؟ کس قدر تکلف ہے۔ مگر مرزا جی نے ایک لٹکی۔ اور اندھے مقلدین اور ”نئی تحقیق“ کے دلدادہ اشخاص نے یقین کر لیا۔ اس کے بعد عنایت اللہ مشرقی نے اپنی کتاب ”تذکرہ“ میں بھی گوتم بدھ کو علیہ الرحمۃ والستام اور کرشن جی کو خدا کا سچا پیغمبر تسلیم کیا۔ ایسے محققین کی ان تحقیقات کا اثر نیم خواندہ تعلیم یافتہ طبقہ پر پڑنے لگا۔ کچھ تو ہر نئی بات کے ساتھ طبعی رغبت ہے اور کچھ ہندوؤں کے ساتھ ”اتحاد کامل“ کا جذبہ موج زن ہو رہا ہے۔ ان دونوں چیزوں نے مل کر یہ یقین پیدا کر دیا کہ ہندوؤں کے یہ سارے رہنما قطعی پیغمبر تھے، اور تحریر و تقریر کے ذریعہ عام مسلمانوں کو بھی یہ مشورہ دیا جانے لگا، کہ ان کی نبوت کو ضرور تسلیم کرو۔

مگر مذہبی لحاظ سے کسی شخص معین کی نبوت کا اعتقاد رکھنے کے لئے شرعی سند کی ضرورت ہے۔ لہذا ہم اس مسئلہ کے بارے میں شرعی تحقیق کرنا چاہتے ہیں، کہ کیا ان ”تحققین“ کی ان نئی تحقیقات کا قبول کرنا ہمارے لئے جائز بھی ہے یا نہیں۔

اس سلسلہ میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ عقلاً بھی یہ بات قابل تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں ہر قوم و ملک کی ہدایت

قوم کے رہنما ہیں اس لئے ظاہر یہ ہے کہ جیسا ہندو کہا کرتے ہیں انہوں نے خود بھی اپنے کو اتار کہا ہو۔ اور اس لئے وہ مراٹھ مستقیم سے ہٹے ہوئے تھے، اس قدر اہم دعوے کیلئے کوئی یقینی دلیل نہیں دی جاتی۔ صرف جیسا کہ عرض کر چکا رعب دار الفاظ کے ہیر پھیر سے مرعوب کر کے زبردستی منوایا جا رہا ہے، اور یا اگر کچھ دلیل ہے بھی تو صرف اس قدر کہ ہر ملک میں پیغمبر کا مبعوث ہونا عقلاً بھی ضروری اور قرآن مجید کی آیت ان من امة الا خلا فیہا نذیر کی بنا پر نقلاً بھی لازمی، تو بتاؤ اگر یہ حضرات نبی نہیں تھے تو پھر اس وسیع بر اعظم میں اور کون نبی گذرا ہے؟ اور گوتم بدھ کے متعلق تو یہ دعویٰ کیا گیا کہ اس کا ذکر تو خود قرآن مجید میں بھی ہے ذوالکھنل جس کا ذکر سورہ انبیاء اور سورہ ص میں کیا گیا ہے وہ گوتم بدھ ہی ہے جس کو اس لقب سے یاد کیا گیا ہے اس لئے کہ ”بدھ“ کے دار السلطنت کا نام ”کپل وستھو“ تھا جس کا معرب کپل ہے۔ اور عربی میں ذو صاحب اور مالک کیلئے آتا ہے چنانچہ صاحب مال کو ذو مال اور مالک شہر کے لئے ذو بلد بکثرت استعمال ہے۔ اسی طرح یہاں بھی کپل کے مالک اور بادشاہ کو ذوالکھنل کہا گیا۔

غالباً چودہ پندرہ سال قبل ایک انگریزی رسالہ میں ایک نو مسلم سابق بدھ مت والے کا پانی نے پہلے پہل اپنی یہ ”تحقیق“ شائع کی، اور اس استدلال کے علاوہ چند اور بھی تعمینی اور قیاسی چیزیں پیش کر کے گوتم بدھ کو ذوالکھنل علیہ السلام ثابت کیا تھا۔ بات ذرا دلچسپ بھی تھی اور ایک ”نئی تحقیق“ بھی تھی، جو انگریزی رسالہ میں چھپنے کی وجہ سے کچھ اور بھی خصوصیت کی حامل ہوئی، اس لئے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اور گوتم بدھ کو یقینی رسول مان لیا گیا۔

کرشن جی کے متعلق بھی مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتاب چشمہ معرفت جلد ۲ ص ۱۸ میں لکھا:۔

(۵) وما گناہ معدن بین
حتی نہت سر سولا -
(بنی اسرائیل ع ۲)

(۶) وما کان ربک مھلک
القرآن حتی بیعت فی امھا
سر سولا (قصص)

اور بقول ابن کثیر الآیات
فی ذلک کثیرۃ یشکو علیہم
ایاتنا
آیتیں -

(۷) انبیاء کرام کی تعداد کے بارے میں عام طور سے تو
حضرت ابو ذر غفاری رضی کی حدیث ذکر کی جاتی ہے جس کو
ابن مرویہ اور امام احمد نے روایت کیا ہے

قلت یا رسول اللہ کہ
الانبیاء قال ما دة الف
وامر بعة وعشرون الفاً
قلت یا رسول اللہ کہ
الرسول منهم قال ثلاثۃ
وثلاث عشر جم غفیر الخ

یہ اور اس بارے میں اس قسم کی اور مختلف روایتیں
سے اس قدر تو یقینی معلوم ہو جاتا ہے کہ انبیاء کرام کی
تعداد اس سے بہت زیادہ ہے جن قدر اسماء و حالات
ہمیں معلوم ہیں۔ خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد
فرماتے ہیں :-

(۸) ورسلاً قد قصصنا
ہم علیک من قبل ورسلاً
لہ نقصصہم علیک -
(نساء ع ۲۳)

لہ تمام مختلف روایتیں تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۵ تا ۵۸۷ میں
موجود ہیں -

کاسانان ضرور کیا ہے۔ دنیا و آخرت کے حق مصالح کی معرفت
سے عقل انسانی قاصر ہے۔ اور اس قصور کی وجہ سے انسان ان
امور میں ٹھوکر کھایا کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی مکت کا تقاضا یہ ہے
کہ ان ٹھوکروں سے بچانے اور عمل و تقاضے کے ازالہ کے لئے
اپنے سفیر (رسول) مبعوث فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
بشرین و منذرین رہتا اور کھول کھول کر مصالح دین و دنیا
بیان کرنے والے ہادی ہدایت کے لئے آتے رہے۔ اس فیصلہ
عقل کے علاوہ نقلی وراثی بھی ایسے موجود ہیں جن کی بناء پر یہ
اجمالی دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ضرور ہر ملک میں ہر علاقہ میں
اور ہر زمانہ میں تشریف و انذار کے لئے رسل مبعوث ہوتے
رہے ہیں۔ اور جن جن انبیاء کرام کے اسماء گرامی اور حالات
زندگی سے ہم واقف ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اور بھی ایسے نہیں
ہو گذرے ہیں۔ جن کے اسماء و حالات کا ہمیں کوئی علم نہیں
اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیتوں کو زیر نظر رکھنا چاہئے۔

(۱) انما انت منذر
ولکل قوم ہاد (عدہ ۱)
چلے آئے ہیں۔

(۲) وان من امة الا
خلا فیہا نذیر -
(ناظر ع ۳)

(۳) ولقد بعثنا فی کل
امۃ رسولاً ان عبد
اللہ واجتنبوا الطاغوت
(الحمل ع ۵)

(۴) ولکن امة رسول
فما فی اجاء رسولہم قضی
بینہم بالقسط وھدلا
و یظلمون - (یونس ع ۵)

جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔

حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

۱۲) ولقد اسرسلنا رسلاً من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك۔
اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں بعض تو وہ ہیں کہ ان کا قصہ ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور بعض وہ ہیں جن

کے قصہ ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

چنانچہ قرآن پاک میں جو ہیں انبیاء کرام کے اسماء گرامی کا ذکر اور بعض کے تفصیلی اور بعض کے اجمالی حالات موجود ہیں، حضرت خضرؑ حضرت لقمانؑ اور ذوالقرنینؑ کے متعلق اختلاف رکھتا ہے۔ اس لئے اگر ان کو نبی مان لیا جائے تو مستثنیٰ نبی ہو جائیں گے۔ اور بعض انبیاء کے بعض قصص کی طرف اشارات موجود ہیں جن کے اسماء کی تعیین پھر اہل حدیث یا اہل صحابہ سے ہوتی ہے۔

گذشتہ آیات کی تفسیر میں مفسرین نے یہ اگرچہ کھا ہے کہ ہادیؑ اور رسولؑ جو ہر امت کے لئے مبعوث ہوا ہے خواہ اس قوم میں وہ ہادیؑ اور رسولؑ خود جا کر تبلیغ کرے یا اس کا نائب کوئی بھی آئے اور مرد صالح جا کر اسے پیغمبر کی تعلیمات پہنچیں کرے، دونوں صورتوں میں لکل قوم ہادیؑ اور

ان من امة الاخلا فيهم انذير كما صدق متحقق ہوا ہے لیکن یہ احتمال پھر بھی یقیناً باقی رہ جاتا ہے کہ ایک بڑی قوم اور بڑے ملک میں خود نبیؑ ہی تبلیغ احکام کے لئے آیا ہو اور اسی وجہ سے یہ احتمال بے دلیل نہیں کہ ہندوستان کے اس بڑے اعظم میں کسی زمانہ میں انبیاء مبعوث ہوتے چلے آئے ہوں اور ہمارے اس احتمال کی تائید حضرت مجدد الف ثانیؒ سرسندی قدس اللہ سرہ العزیز کے کلام سے بھی ہوتی ہے آپ بحر الحقائق دفتر اول کے مکتوب نمبر ۲۵۹ میں اپنے صاحبزادہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں جس پر چند نادر تحقیقات کے بعد رشا و ہوتا ہے۔

در اہم سابقہ کا ملاحظہ کیے۔ سابقہ امتوں میں نظر کی جائے کم بقہ سے یاد کہ در انجا بعث پیغمبر نشدہ باشد حتی در زمین ہند کہ ازیں معاملہ دور سے نمایاں ہے یاد کہ از اہل ہند پیغمبران مبعوث شدہ اند و دعوت بصلاح جل و علا فرمودند۔

در بعضہ از بلاد ہند محسوس می گردد کہ از انوار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات در طلائع شہرک در رنگ شعلہا فروختہ اند۔ و اگر خواہد تعیین آہل بلاد ہند نمایند دے بیند کہ پیغمبرے است کہ پیچ کس اورانہ گردیدہ است و دعوت اور قبول نہ کردہ و پیغمبرے است دیگر کہ یک کس بہ وے ایمان

لے حضرت خضرؑ کا نام تو نہ کر نہیں صرف عہد من عبادانہ مگر نام روایات احادیث صحیحہ میں اس عہد کا نام نہ کر رہے اسلئے یقینی تعیین ہونے کی وجہ سے ہر کا نام بھی گویا نہ کوئی فرق نہ ہے مثلاً بنی اسرائیل کی آیت اذ قال موسیٰ لفتاکہ میں فتی سے مراد یوشع بن نون علیہ السلام ہیں اور سورہ بقرہ کی آیات الم تر انی الذین خر جوا من دیارہم الخ کا تعلق سابق صالحین کے قول کے موافق فرقیل علیہ السلام سے ہے۔ اور سورہ بقرہ کی آیات اذ قالوا لنبیہم ابعت لنا مالک الخ میں جس نبی کا ذکر ہے وہ حضرت شوبیل علیہ السلام ہیں ۱۲ منہ

آوردہ است و دیگرے است کہ دو کس بہ دے گروہ اند و بعضے لاکس ایمان آوردہ زیادہ از کس و نظر نیامدہ کہ در ہند بہ پیغمبرے ایمان آوردہ باشند تا چہا کس است یک پیغمبر ہوند۔

اور کسی نے بھی اس کی دعوت قبول نہیں کی۔ اور کوئی پیغمبر ایسا آند کہ صرف ایک شخص اس پر ایمان لے آیا ہے اور دوسرا پیغمبر ایسا ہو گذرا ہے کہ صرف دو ہی شخص اس پر یقین کر چکے ہیں اور بعضوں پر تین آدمیوں نے ایمان لایا ہے اور تین شخصوں سے زیادہ کوئی نظر نہیں آتا کہ کسی پیغمبر پر ہندوستان میں لوگ ایمان لاپکے ہوں۔ اور کسی پیغمبر کی امت میں چار پستھان داخل ہوئے ہوں۔ (تم قال)

یہاں کوئی کوئہ اندیش یہ سوال نہ کرے کہ اگر ہندوستان میں انبیاء مبعوث ہوئے ہوتے تو خواہ مخواہ ان کی بعثت کی خبر ہمیں ضرور پہنچتی۔ بلکہ دعائی کی کثرت کی وجہ سے وہ خبر بہ طریق تواتر منقول ہو جاتی اور جب یہ خبر نہیں تو ہند میں انبیاء کی بعثت بھی نہیں ہوتی سوال اس لئے نہ ہونا چاہئے کہ ہم کہتے ہیں کہ ان پیغمبروں کی دعوت عام نہ تھی۔ بلکہ ایک خاص قوم یا خاص گاؤں اور خاص شہر کے لئے ہو کرتی۔ ہو سکتے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے کسی شخص کو صرف ایک خاص قوم یا شہر کے بارے میں اس دولت نبوت سے مشرف فرمایا ہو اور اس قوم یا شہر والوں نے

نہیں ہند بسیار است۔ خبر نبوت انبیاء مبعوث ہوتے بہ مارسد کہ جمع کثیر بہ ایشان مگر دیدہ باشند و توئے پیدا کردہ اما دریں صورت خبر از کجا منتشر شود۔ کفار در مقام انکار بودند و مخالف دین آباء خود را رد سے کردند ناقل کہ بود و نقل یہ کہ کنند۔ و دیگر آئمکہ لفظ رسالت و نبوت و پیغمبری از لغات عرب و فارس بواسطہ اتحاد دعوت پیغمبر علیہ السلام و علی جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ والتسلیمات دیں دیار آمدہ و ایں الفاظ در لغت ہند نبوہ۔ تا انبیاء مبعوثہ ہند را نبی یا رسول یا پیغمبر گنید۔ ہی کرتے رہے اور اپنے باپ دادوں کے مخالفین کو روکیا کرتے تھے۔ وہ ناقل کہاں تھے اور کس کو وہ ان انبیاء کی بعثت کی نقل کرتے۔ وہ سترحائے بھی ہے کہ رسالت و نبوت، پیغمبری، کے الفاظ تو عربی فارسی لغت سے ہمارے پیغمبر علیہ و علی آئمہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ والتسلیمات کے اتحاد دعوت کے واسطے سے ہمارے ملک میں پہنچ گئے۔ ہندوستان کی لغت میں تو یہ الفاظ نہیں تھے۔ تا کہ انبیاء مبعوث ہند کو وہ نبی، یا رسول، یا پیغمبر کہتے۔ اور نیز اگر انبیاء در ہند مبعوث شدہ باشند باہم حکم اینہام شلہن چلے ہو وہ باشند کہ باوجود تہرود و حوئے الوسیت بدوزخ نہ در آئند۔ و عذاب

اس کا انکار کیا ہو۔ اور وہ ہلاک ہوئے ہوں۔ اور اسی طرح دوسرا پیغمبر مبعوث ہوا جو اور شہر والوں نے اس کی تکذیب کی ہو اور ان کے ساتھ بھی اہل لوگوں کی طرح معاملہ نہوا ہو۔ ہندوستان کے دیہات اور شہروں میں ہلاکت و تباہی کے آثار بہت کچھ موجود ہیں انبیاء مبعوث کی نبوت کی خبر ہمیں اس وقت پہنچ سکتی ہے کہ کثیر جماعت ان پر ایمان لاپکی ہو۔ اور انہوں نے کسی قسم کی قوت پیدا کی ہو اور ایسی صورتوں میں جو مذکور ہوئیں خبر کہاں کہ منتشر ہو سکتی ہے۔ سکاؤ تو انکا ہی کرتے رہے اور اپنے باپ دادوں کے مخالفین کو روکیا کرتے تھے۔ وہ ناقل کہاں تھے اور کس کو وہ ان انبیاء کی بعثت کی نقل کرتے۔ وہ سترحائے بھی ہے کہ رسالت و نبوت، پیغمبری، کے الفاظ تو عربی فارسی لغت سے ہمارے پیغمبر علیہ و علی آئمہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ والتسلیمات کے اتحاد دعوت کے واسطے سے ہمارے ملک میں پہنچ گئے۔ ہندوستان کی لغت میں تو یہ الفاظ نہیں تھے۔ تا کہ انبیاء مبعوث ہند کو وہ نبی، یا رسول، یا پیغمبر کہتے۔ اور نیز اگر انبیاء در ہند مبعوث شدہ باشند باہم حکم اینہام شلہن چلے ہو وہ باشند کہ باوجود تہرود و حوئے الوسیت بدوزخ نہ در آئند۔ و عذاب

اس کا انکار کیا ہو۔ اور وہ ہلاک ہوئے ہوں۔ اور اسی طرح دوسرا پیغمبر مبعوث ہوا جو اور شہر والوں نے اس کی تکذیب کی ہو اور ان کے ساتھ بھی اہل لوگوں کی طرح معاملہ نہوا ہو۔ ہندوستان کے دیہات اور شہروں میں ہلاکت و تباہی کے آثار بہت کچھ موجود ہیں انبیاء مبعوث کی نبوت کی خبر ہمیں اس وقت پہنچ سکتی ہے کہ کثیر جماعت ان پر ایمان لاپکی ہو۔ اور انہوں نے کسی قسم کی قوت پیدا کی ہو اور ایسی صورتوں میں جو مذکور ہوئیں خبر کہاں کہ منتشر ہو سکتی ہے۔ سکاؤ تو انکا ہی کرتے رہے اور اپنے باپ دادوں کے مخالفین کو روکیا کرتے تھے۔ وہ ناقل کہاں تھے اور کس کو وہ ان انبیاء کی بعثت کی نقل کرتے۔ وہ سترحائے بھی ہے کہ رسالت و نبوت، پیغمبری، کے الفاظ تو عربی فارسی لغت سے ہمارے پیغمبر علیہ و علی آئمہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ والتسلیمات کے اتحاد دعوت کے واسطے سے ہمارے ملک میں پہنچ گئے۔ ہندوستان کی لغت میں تو یہ الفاظ نہیں تھے۔ تا کہ انبیاء مبعوث ہند کو وہ نبی، یا رسول، یا پیغمبر کہتے۔ اور نیز اگر انبیاء در ہند مبعوث شدہ باشند باہم حکم اینہام شلہن چلے ہو وہ باشند کہ باوجود تہرود و حوئے الوسیت بدوزخ نہ در آئند۔ و عذاب

موتے علیہ السلام کو نصرانیوں اور یہودیوں کی موجودہ
گمراہیوں اور مسخ شدہ تعلیمات اور مشرکانہ عقائد کے
باوجود ہم انجیل القداہ و اولوا العزم پیغمبر مانتے ہیں بلکہ ان کا
ماننا ایمان میں داخل ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کے ان پیشواؤں
کے متعلق بھی یقین و اذعان رکھنا چاہیے یا نہ۔

ہندوستان میں بعثت انبیاء کے احتمال کا عقیدہ رکھنے
کے باوجود ان رہنمایان ہندو کو ہم ”نبی“ نہیں مان سکتے اور
ان کو بالخصوص رسالت و نبوت کے منصب سے سرفراز یقین کرنا
شرعاً قابل مواخذہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَا
تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ۔ جس بات کی تجھ کو
تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر۔ اور ان کی نبوت
کے متعلق ہم کو کسی ایسے ذریعہ سے ”علم و یقین“ حاصل نہیں
جس سے شرعی طور پر کسی کو نبی اور رسول قرار دیا جاسکتا ہے
پھر دلیل تحقیقی کے نہ ہوتے ہوئے بھی دل میں ایک عقیدہ کو
کیوں جگہ دیں۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم تعصب و تنگ نظری کی بناء پر
ہندوؤں کے پیشوا ہونے کی وجہ سے یہ کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ
الفرق ملۃ واحداۃ کی بناء پر ہندو و نصاریٰ۔ یہودی۔
وغیرہ غیر مسلم قومیں غیر مسلم ہونے کی حیثیت سے ہماری نظر میں
میں سب برابر ہیں۔ لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت و نبوت کی خبریں ہمیں
”علم و یقین“ کے اُن ذرائع کے واسطے پہنچ گئی ہیں۔ جو
اس بارے میں یقین کا درجہ رکھتے ہیں۔ تو ان حضرات انبیاء
علیہم السلام کی نبوت کی نہ صرف تصدیق و تائید کرتے
ہیں۔ بلکہ ان کو نبی ماننا ہمارے مان جزاء ایمان ہے۔ لا
تفرق بین احد من رسلہ اور لکن البتہ من
باللہ والملئۃ کذۃ والکتاب والتبین وغیرہ لکن
الآیات والاحادیث اور ان کی شان میں کسی قسم کی گستاخی
اور بے ادبی ہمارے عقیدہ میں کفر و ضلال ہے۔ یا ان کے

و نامزانی اور دعوائے الوہیت
کے باوجود و زرخ میں دلے
اور ان کو عذاب دائمی نہو
لیکن اس بات کو عقل سلیم
تسلیم نہیں کرتی۔ اور کشف
صحیح اس کے لئے مساعد
نہیں کیونکہ ہم ان کے بعض
مقتدایشان را باشد اھذا
مہالایہ ترضیہ العقل
السلم ولا یساعد الکشف
الصحیح فاننا نشاہد بعض
مردہم فی وسط الحجیم
وہو سبحانہ و تعالیٰ اعلم
بحقیقۃ الحال۔

سرکشوں کو وسط جہنم میں مشاہدہ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ
سبحانہ حقیقت حال کا خوب جاننے والا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
کشف سے معلوم کر کے بتا دیا ہے کہ سرسند شریف کے قریب ہی
ایک ٹیلہ پر انبیاء کی قبریں ہیں۔

ایک معتقد شخص کے لئے تو حضرت مجدد صاحب کا یہ
بیان اور ان کے کشف و وجدان کا حوالہ ہی اطمینان کے لئے
کافی ہے۔ لیکن جن کو صرف یہ بیان کافی نہ ہو سکے۔ ان کی
خدمت میں عرض ہے کہ ہم نے حضرت مجددؑ کے اس
کشف کو بطور استدلال پیش نہیں کیا۔ تاکہ کشف کے غیر
حجت شرعی ہونے کا مسئلہ پیش کیا جائے۔ بلکہ ہمارا اصل
استدلال تو قرآن مجید کی اُن آیات کے عموم سے ہے اور احادیث
میں ذکر شدہ تعداد کی کثرت سے ہے۔ ہاں ایک جلیل القدر
ولی اللہ اور محقق کامل کے کشف سے ہمارے اصل استدلال
کی تائید ہو گئی اور ایسا کشف جو کہ عقائد اہل سنت والجماعہ
کے خلاف نہیں بلکہ مرئید ہے یقیناً قابل تسلیم ہے۔

یہاں تک جو کچھ عرض کر چکا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم
سکتا ہے کہ ہندوستان میں بھی پیغمبر مبعوث ہوئے ہوں۔
اور انہوں نے صحیح توحید کی تعلیم پھیلانے کیلئے تبلیغ کی ہو۔
لیکن اب یہ طے کرنا ہے کہ آیا اس احتمال کے موجود ہونے کے
بعد کرن جی، رام چند جی، اور گوتم بھوک ہم انبیاء یقین
کر سکتے ہیں۔ اور جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت

فی باب الاعتقادات | کے موافق بھی ہو پھر بھی
(شرح عقائد نسفیہ) وہ صرف ظن..... کیلئے

مفید ہے اور اعتقادات میں ظن کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

یہی وجہ ہے کہ محتاط لوگ جب انبیاء کرام کی تعداد
کبھی ایک لاکھ چوبیس ہزار ذکر کرتے ہیں۔ تو اللہ اعلم یا کم
و بیش "کالفاظ ساتھ ہی بڑھادیا کرتے ہیں۔ پس جب صرف
عدد کے بارے میں روایات حدیث کے موجود ہوتے ہوئے
اس قدر احتیاط کی تعلیم ہے۔ تو اندازہ کرنا چاہئے کہ کسی
کے متعلق تعین و تخصیص کر کے یہ کہنا کہ وہ نبی تھا کس قدر
غیر ذرا گت ہے۔ لہذا ہندوؤں کے ان پیشواؤں کے متعلق
نبوت کا اعتقاد شرعی طور سے ہرگز صحیح نہیں۔

حضرت محمد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکتوبات میں
جگہ جگہ بتلایا ہے کہ کشف و الہام وہی معتبر ہے جو عقائد ثابتہ
اہل سنت کے خلاف نہ ہو ورنہ ہر کسی کے کشف و الہام کو
صحیح نصوص کے مقابلہ میں رد کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں مصداق
صحیح کشف و الہام مطابقت است با علمائے اہل السنۃ
و اگر سرسروئے مخالفت است از دائرہ صواب بیرون است
هذا هو العالم الصبیح والحق النسر یح فماذا بعد الحق
الا الضلال۔ دفتر اول مکتوب ۱۱۱

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں "قائل این سخاں شیخ کبیر
یمینی باشد یا شیخ اکبر شامی۔ کلام محمد عربی علیہ و علی آلہ السلوۃ
والسلام در کار است نہ کلام محی الدین عربی و صدر الدین
قویونی۔ مارا یہ نص کار است نہ بافص، فتوحات مدنیہ از
فتوحات کیست غنی ساختہ است۔ الخ دفتر اول مکتوب
اس قسم کی عبارتیں مکتوبات شریف میں بہ کثرت ملتی ہیں
جن کی وجہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر کسی بزرگ، کا کشف یہ
بیان کیا جائے کہ مثلاً کرشن جی "نبی" تھے۔ تو اس کا کشف
ہم پر محبت نہیں کہ ہم بھی خواہ مخواہ اس یقین کرنے پر مجبور ہوں
کہ ضرور اس کو "نبی" تسلیم کریں۔ خیال کرنا چاہئے کہ جب

سوا اور ان انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق جن کا ذکر قرآن
و حدیث میں ہے ہمارا اعتقاد ہے اور ان کی عقیدت ایمان
میں داخل، اس لئے ہندوؤں کے ان پیشواؤں کو نبی یقین نہ
کرنے کی وجہ تعصب ہرگز نہیں۔ صرف بات اتنی ہے کہ مرتبہ نبوت
کی رفعت شان کو مد نظر رکھتے ہوئے جب تک قرآن و حدیث کے
ذریعہ یقین و اذعان حاصل نہ ہو کسی شخص کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے
کہ خداوند تعالیٰ نے اس کو عہدہ سفارت سے ممتاز اور پیغام رسانی
کے لئے مبعوث کیا تھا۔ اور جس طرح کسی نبی کی نبوت سے انکار کرنا
کفر ہے اسی طرح کسی غیر نبی کو نبی یقین کرنا بھی کفر ہے۔ چنانچہ
اگرچہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد کے بارے میں جیسا کہ گذر چکا
مختلف روایات میں عدد کا ذکر موجود ہے۔ اور اس بارے میں
حضرت ابو ذر غفاریؓ کی روایت زیادہ تر زبان زد بھی ہے۔
لیکن علمائے اسلام فرماتے ہیں :-

والاولی ان لا یقتصر علی
عدد فی التسمیۃ فقد
قال اللہ تعالیٰ منہم من
قعدصنا علیک ومنہم
من لم نقصص علیک و
لا یومن فی ذکر الحد
ان یدخل فیہم من لیس
منہم ان ذکر اکثر من
عد دھم او ینخرج منہم
من مو فیہم ان ذکر
عدد اقل من عد دھم
یعنی ان خبر الواحد علی
تقدیر اشتغالہ علی جمیع
النسائط المتذکرۃ فی
اصول الفقہ لا یفید
الا الظن ولا عبرۃ بالظن

اور بہتر یہ ہے کہ عدد انبیاء کے
بارے میں کوئی خاص تعین
نہ کی جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں کہ آپ سے ہم نے
بعض انبیاء کا بیان کیا ہے۔
اور بعض کا نہیں کیا "اور میں
عدد ذکر کرنے میں یہ خطرہ رہتا
ہے کہ اگر واقعی عدد سے زیادہ
ذکر کیا جائے تو غیر نبی انبیاء
میں داخل ہو جائے گا۔ اور اگر
نفس الامری تعداد سے کم ذکر
کیا جائے تو شاید کہ کوئی واقعی
نبی شمار سے نکل جائے گا۔
(اور دونوں باتیں ناجائز
ہیں) یعنی اگر خبر واحد اصول
فقہ میں بیان کردہ شرائط

رام و کرشن کی بیجا رگی و مخلوقیت اور ان کو آکھہ سمجھنے کو حماقت و بے وقوفی قرار دیتے ہوئے متھدایان اسلام مغنیان اسلام اور ہندوؤں کے ان معبودان باطلہ اور پیشواؤں میں فرق تفصیل سے بیان فرماتے ہیں اور اسی ضمن میں ارشاد ہے :-

پیشبرانِ علیہم الصلوٰۃ والسلام
خود را بندہ عاجز دانستہ اند و
خالق را بعبادت خالق تعزیر
دادہ از عبادت غیر منع نمودہ
اند و اینہا خلق را بعبادت
خود ترغیب دادہ اند۔ و خود
را اکہم دانستہ اند و ہر چہ بہ
پروردگار قائل اند۔ اما ادرا
در خود حلول و اتحاد ثابت کردہ
اند و ازین جہت خالق را
بعبادت خود خواندہ اند۔ و
خود را مطلق العنان دانستہ
اند بزعیم اکہم اکہم از ہیچ چیز
ممنوع نیست در خلق خود ہر
تصرفی کہ خواہد بکند
بہ بیس تفاوت رہ از سبب نامکمل
مطلق العنان اور آزاد سمجھا ہے اس زعم میں کہ اکہم کسی چیز
میں بھی ممنوع نہیں اور اپنی مخلوق میں جو تصرف چاہے کر
سکتا ہے ۷

یہ ہیں تفادات راہ از کجاست تا بکجا
اس عبارت کو دیکھ کر اندازہ کیا جائے کہ حضرت مجدد و رحمتہ اللہ
علیہ رام چند بھی اور کرشن جی کو کیا کچھ سمجھ رہے ہیں۔ او دیز
آپ کی سابقہ عبارت میں یہ جملہ کہ ہندوستان کے انبیاء میں
سے کسی نبی کی امت تین اشخاص سے نہیں بڑھی، اس پر

کسی ولی اللہ عارف کامل کے کشف و وجدان سے بھی ایسے مسائل کا قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور جب تک ”فتوحات مدینہ“ نہ ہوں ”فتوحات مکیہ“ سے استثناء ہے اور جب تک ”نصوص“ نہ ہوں ”فصوص“ کی طرف توجہ نہیں کی جاتی تو کسی ”موسخ و محقق“ کے تاریخی تخمینوں، ظن و خرص سے کہاں ان اہم باتوں کو حل کیا جاسکتا ہے۔ اور گو تم بدھ کو، ذوالکفل قرار دینا ان اٹکل پچی باتوں سے کہاں قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ یہاں پر ظن و تخمین کی نہیں بلکہ حجت و برہان کی ضرورت ہے۔ ہا تو ابراہانکم ان کلمۃ صادقین۔ ان یتبعون الا الظن وان ہم الا یخضون دان الظن لا یغنی عن الحق شیشا حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے کشف و وجدان سے ہندوستان کی سرزمین میں انبیاء کے انوار کا احساس فرما رہے ہیں۔ اودان کا یہ کشف بطور گذشتہ میں مذکور رہ آیتوں سے ثابت شدہ اجمالی عقیدہ کے عین موافق ہے اور اس لئے بہر طور قابل تسلیم لیکن کتب بات سے معلوم ہوتا ہے کہ کرشن جی اور رام چندر جی کے متعلق ان کا خیال یہی رہا کہ وہ نبی ہرگز نہیں تھے۔ چنانچہ دفتر اول کا مکتوب ۱۶۷ ہری رام ہندو کے نام ہے۔ مکتوب طویل ہے مگر اس کے خاص جملے یہ ہیں :-

رام و کرشن و مانند آئینہ کہ آئینہ
ہندو انداز کمینہٗ مخلوقات
وے انداز مورو و پیرزائیدہ
رام پیر حیرت است و برابر
لکھن و شوہر سیتا و ہر گاہ
رام کوچ خود را نگاہ نہ تواند
داشت غیرے را چہ مدغمی از
اور رام جب اپنی بیوی کو بچانہ سکا تو اور ولی کیا ادا کر
سکے گا؟

وال ہے۔ کہ ہندوؤں کے مشارف پیشواجن کے نام لیا اور تابع لاکھوں نہیں، بلکہ کروڑوں ہیں۔ حضرت مجدد مکی نظر میں ہرگز انبیاء نہیں۔

قرآن پاک جب نازل ہوا۔ تو اس نے تمام انبیاء کی صحیح تعلیمات کو ذکر کیا جس کو ان کے نام لیاؤں نے نسخ کر دیا تھا بعد کے لوگوں نے اپنی طرف سے جو کچھ صحیح ربانی تعلیمات میں مخلوط کیا تھا، اُن عقائد باطلہ کا ذکر کر کے ان کی تردید فرمائی اگر واقعہ کرشن جی اور رام جی کی اصل تعلیمات کچھ اور ہوتیں تو قرآن مجید میں اس سلسلہ میں رہنمائی فرماتا۔ اور بعد کی آلائش اور انسانی کمیزشوں کی تردید کر کے اصل کو سامنے لے لیا۔ مگر قرآن مجید میں ہمیں کہیں یہ نہیں ملتا۔ اجمالی بھی نہیں چہ جائیکہ تفصیلی رنگ میں ہو۔ ہندوؤں کے عقیدہ کے موافق اور کرشن جی کی کتاب گیتا کے موافق کرشن جی اپنے کو ایک "اوتار" کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ اور گویا خدا تعالیٰ نے کرشن جی کی شکل میں حلول کر کے ظہور کیا ہے۔

۱) مجھے بتاتے مجھے فنا نہیں۔ کل دی روعوں کی

آتما۔ کل مخلوقات کا ایشور میں ہوں۔ گراچی مایا

سے اپنی مرضی کے موافق اوتار لے لیا کرتا ہوں

{ عجب گوت گیتا مترجمہ دوا رکا پر شاو
ادھیلے ۳ شلوک ۶ }

۲) جس زمانہ میں دھرم کا ستیا ناس ہو جاتا ہے۔

اوہ صرم کی گرم بزاری چوٹے لگتی ہے۔ اس زمانہ

میں میں اوتار لے کر کسی دکسی قالب میں دنیا کو

جلوہ دکھاتا ہوں۔ مرنیہ کہتا کار اور نرگن روپ

سے شگن روپ میں جامہ انسانی قبول کرتا ہوں

(اشلوک ۱، ادھیلے ۱۲)

اور اسی کو فیضی گیتا کے فارسی ترجمہ میں یوں بیان کرتا ہے۔

چو بنیا دیں سست گرد دے

نمائیم خدرا بہ شکل کے

بریزیم خون ستم پیشگان
جہاں را نائیم دار الامان

خوف طوالت مانع ہے۔ ورنہ بتلایا جاتا۔ کہ کرشن جی کی کتاب گیتا میں وہ کس طرح اپنی پوجا کی دعوت دیتا اور اپنے کو وہ تمام صفات ثابت کرتا ہے جو ذات خداوندی کے ساتھ خاص ہیں۔ اب جب کہ اس کتاب کی تعلیم یہ ہے ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں کہ جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ یہ سب کچھ بعد کی آمیزش ہے تو پھر کس دلیل و جہان سے یہ عقیدہ رکھ سکتے ہیں۔ کہ اسلام کے بنیادی عقائد ہاں بھی تھے مگر منہ کئے گئے ہیں، ہم تو اب اسی پر حکم لگائیں گے جو ہمارے سامنے ہے۔ اور مذہبی عقیدہ کے لحاظ سے ہم کو بس یہی کہنا پڑے گا۔ کہ گیتا کی تعلیمات غلط مشرکانہ اور اسلام کے سراسر منافی ہیں اور جس کرشن جی کو گیتا کے ذریعہ اور ہندوؤں کے اوتار کے رنگ میں ہم پہچانتے ہیں وہ ہرگز پیغمبر خدا تو دور کی بات ہے مسلمان بھی نہیں رہ سکتا۔

خلاصہ بحث { اس ساری تفصیل و تشریح کا خلاصہ یہ ہے کہ ممکن ہے ہندوستان

میں انبیاء مبعوث ہوئے ہوں اور انہوں نے دعوت حق

دی ہو۔ اور ہم مارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سچا

آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء و رسل دنیا کے ہر پہ

گوشہ میں مبعوث فرمائے ہیں ہم ان سب پر ایمان رکھتے

ہیں (لا نفرق بین احد من رسلہ) اور ان کو صادق

یقین کرتے ہیں۔ یہ ایمانی ایمان ہمارے لئے ضروری

اور نجات کے واسطے لازمی ہے۔ جن جن کے اسما و گرامی

قرآن و حدیث کے ذریعہ سے معلوم ہو چکے ہیں۔ ان پر

تو خصوصیت کے ساتھ ایمان رکھتا ہوں کہ نبی یقین رکھتا

ہیں لیکن کسی ایسے شخص کو بالاختصاص نبی نہیں مان سکتے۔

خوش کرنے کے لئے "نبوت" کو ہر کسی پر بانٹنے کے لئے
آمادہ ہو رہے ہیں۔ افسوس! کیا حدود شرعیہ کے
اندر رہتے ہوئے ہندو مسلم اشتراک عمل یا معاہدہ کی
صورتیں ختم ہو گئیں؟ اور اگر مذہب کو خیرادہ کے بغیر
اشتراک عمل ناممکن نظر آئے۔ تو ایسے اتحاد کو ہمارا دودھ
سے سلام؟

جن کے متعلق قرآن وحدیث میں ذکر نہیں آیا۔ خواہ وہ
ایران کا زردشت ہو، یا ہندستان کا گوتم بدھ، کرشن جی
رام چندر جی وغیرہ وغیرہ ہوں۔

پس مسلمانوں کو اس "رواداری اور فراخ دلی" سے
رکنا چاہئے۔ کہ وہ نبوت و رسالت جیسی عظیم الشان شے
کی "سماوت وحاتمی" کرتے اور "برادران وطن" کو

استفسارات و جوابات

(انزاد آسرا)

مرزائیت، شیعیت، خاکسارین، کے متعلق اور بعض فقہی مسائل و فتاویٰ کے متعلق
اکثر اجابہ الکرہتے رہتے ہیں۔ اس لئے ارادہ ہے کہ آئندہ اس قسم کے استفسارات
اور ان کے تحقیقی جوابات رسالہ شمس الاسلام میں شائع کیا کریں تاکہ ہمارے عام قارئین
کو بھی فائدہ پہنچا کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (مدیر)

نوح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ ان کے ذکر کرنے کے بعد
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وان ۴۰، شیعہ لا براہیم
(والصفحت) اور اسی کے د نوح علیہ السلام کے راہ چلنے
والوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ہے۔ چونکہ
انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب ایک راہ پر ہیں
اور ہر پھل پھلنے کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔ اس لئے ابراہیم
علیہ السلام کو نوح علیہ السلام کے شیعہ بمعنی گروہ اور اسی
کی راہ چلنے والا فرمایا گیا حقیقت میں فرشتے فرقہ اس
کا کچھ تعلق ہے اور نہ ان کے لئے یہاں سے سوال کی کچھ
گنجائش،

تفسیر حسینی میں بھی صرف اس قدر ہے۔ کہ ایک معنی تو
یہ کیا گیا ہے۔ اور دوسری تفسیر یہ بھی نقل کی ہے کہ یہاں

استفسار۔ شیعہ کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب اس لئے حق ہے کہ
ابراہیم علیہ السلام بھی شیعہ تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے
وان من شیعتنا (ابراہیم اور تفسیر حسینی میں بھی
اس کا معنی یہی لکھا ہے؟ کیا شیعوں کا یہ کہنا اور دلیل
صحیح ہے؟

الجواب۔ ناواقف اور ان پڑھ لوگوں کو دھوکہ دینے اور
چال بازیوں میں شیعہ تو پرانے آستانہ ہیں۔ اس لئے
علمی حلقہ میں تو یہ سوال بالکل بے وقعت معلوم ہوتا
ہے۔ لیکن بہت سے شیعہ ناواقف مسنیوں کو صرف
اس صفا انداز میں سے شکا کر جاتے ہیں۔ لہذا اسکے
متعلق ذرا تفصیل سے عرض کر رہا ہوں۔ اول آیت
مندرجہ بالا، صحیح تفسیر ہے۔ اس آیت سے قبل حضرت

من المشرکین من الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا (پارہ ۲۱ ع ۷) ترجمہ اور مشرک کرنے والوں میں سے مت رہم جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور بہت سے گروہ ہو گئے (شیعہ اصول پر ترجمہ یہ ہو گا کہ تم ان لوگوں کی طرح مشرک مت رہو جنہوں نے دین کو ٹکڑے کر دیا۔ اور شیعہ ہو گئے؟ مان لو کہ شیعہ دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے اور مشرک ہیں،

۱۲) ان فرعون علا فی الارض وجعل اہلہا شیعا (پ ۲۰ ع ۴) فرعون سرزمین میں بہت چڑھ بڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا۔ اور شیعہ اصول پر ترجمہ یوں ہو گا کہ فرعون سرزمین میں بہت چڑھ بڑھ گیا تھا اور اس نے زمین کے باشندوں کو شیعہ بنا دیا۔ گویا شیعہ فرقہ کا بانی فرعون ہی تھا اور اس نے لوگوں کو شیعہ بنا دیا۔ اہل بات سچ بھی ہے۔ اگر فرعون نہیں تو ابن سبا یہودی تو اس کا بانی مزد ہے۔

۱۳) ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا لست مذموم فی شیعہ (پ ۱ ع ۷) بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا۔ اور وہ گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ شیعہ اصول کے لحاظ سے ہم یقینی ترجمہ کریں گے۔ کہ جن لوگوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور وہ شیعہ ہیں۔ تو آپ کا ان سے کچھ تعلق نہیں، مگر کہ شیعہ فرقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیزاریں، اور اس گروہ کا آپ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق اور رابطہ نہیں۔

۱۴) ولما ارسلنا من قبلك فی شیعہ الاولین وما یا یتیم من رسول الا کانوا ہم یستخزنون (پ ۱۲ ع ۱) ہم نے آپ کے قبل بھی پیغمبروں کو اگے لوگوں کے بہت سے گروہوں میں بھیجا تھا اور کوئی رسول ان کے پاس ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے ہتھیار اٹھایا ہو۔

شیعہ میں ضمیر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ تو اس کا معنی پھر یہی بنتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی راہ چلنے والوں میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ معنی کے لحاظ سے یہ بھی درست ہے لیکن حضور علیہ السلام کا کہیں اس موقع پر ذکر نہیں اور نہ کوئی خاص قرینہ ہے کہ ضمیر ان کی طرف راجع ہو سکے۔ لہذا عام محققین مفسرین صاحب روح المعانی اور امام رازی وغیرہم اللہ تعالیٰ صرف اول ہی معنی لیتے اور دوسرے کو ضیف قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر بالفرض یہی معنی بھی لیا جائے پھر بھی شیعوں کے لئے تو استدلال بن نہیں سکتا۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس "شیعہ" فرقہ میں سے تھے جو صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کا ایک گروہ ہے۔ صرف لفظ شیعہ دیکھ کر ان کو شیعہ قرار دینے کی مثال ایسی ہے جیسے بعض حنفی مسلمان کہنے لگیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حنفی مسلمان تھے۔ کیونکہ قرآن پاک میں ہے وکان حنینا مسلما، یا حدیث میں ہے کان سیفہ حنفیا حضور علیہ السلام کی تلوار بھی حنفی تھی۔ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ماجزادہ محمد بن الحنفیہؓ کی والدہ ماجدہ حنفیہ عورت تھی، نیز اگر لفظ شیعہ جہاں کہیں قرآن میں نظر آئے۔ تو اس سے یہی خاص فرقہ مراد ہے۔ تو پھر قرآن مجید کی آیت تھ لست من کل شیعۃ ایہ صمد اللہ علی الرحمن کو ملاحظہ کیجئے جس کا بھی معنی تو یہ ہے (پھر ہم ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو بنا کریں گے جو ان میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے سرکشی کیا کرتا تھا) لیکن شیعوں کے اصول پر پھر ہم یہ معنی کریں گے کہ پھر ہمیں کی آگ میں ڈالنے کے لئے شیعوں کے فرقہ میں سے جدا کریں گے اس شخص کو جو زیادہ سرکش ہو، یعنی شیعہ جنہی فرقہ ہے؟ کیا شیعوں کو یہ معنی منظور ہے؟

اس قسم کی چند اور آیتیں بھی سنیں (۱) ولا تکونوا

اتار لائے وان من شیعته لایواہیم (روایع
المنقولہ پارہ ۱۶ ص ۲۵۵، ۲۵۸)

یہ روایت شیعہ ذہنیت اور انبیاء کی شان میں ان
کے اعتقادات کا ایک آئینہ ہے۔ شیعوں نے حضرت
علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اس قسم کی سینکڑوں روایتیں گھڑ لی ہیں۔
لیکن لطیفانہ سنئے، حائری صاحب یہاں پر یہ ثابت کر

رہے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی معراج کی رات آسمانوں پر حضور
کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ لیکن دروغ گو را حلقہ نہ ہا
اسی تفسیر کے پارہ ۱۵ میں وہ نہایت شد و حد کے ساتھ معراج

کی رات آسمانوں پر ان کے جانے کی تردید کرتے ہیں عام
شیعہ واکر مجلسوں اور وعظوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے فضائل میں ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ معراج کی رات
حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے اور وہاں
شیر کی شکل ہو کر حضور کے لئے سہارا بھی بنے۔ حضور نے

اپنی انگلی اٹھائی اس کو دی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلامی بھی حضرت
علی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ہوئی۔ وہاں پس پردہ حضور نے حضرت
علی کا ہاتھ دیکھا تو پہچان لیا۔ کہ انگلی بھی آپ کی اس کے پاس
ہے۔ جب واپس آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سارے اعمال حضور
کو سنائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان واقعات کے متعلق حائری لکھتا
ہے۔ تردید بہت زور دار الفاظ میں مفصل ہے۔ اختصار کی

غرض سے ہم چند جملے نقل کریں گے :-

چنین اعتقادات و اشتقاق
و باطل است، ملت ہے۔

و محال ہے بیان کردن خواندن مجلسوں میں یہ بیان کرنا،
و شنیدن و دیدن اعتقاد پر حنا، سننا اور یہ اعتقاد
و اشتقاق کفر است رکھنا کفر ہے۔

شیر کی صورت میں متشکل ہونے کے متعلق لکھتا ہے :-

ازیں لازم آید کہ نعوذ باللہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ
خدا تعالیٰ علی رضی اللہ عنہ راسخ و وثیق خدا تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

اب آپ ترجمہ یہ کیا کریں گے۔ کہ آپ سے پہلے ہم نے پہلے
شیعوں میں بھی پیغمبر بھیجے ہیں۔ مگر ہنرماند کے شیعوں
نے ہر پیغمبر کے ساتھ استہزاء کیا۔ اور ان کی بات نہ
مانی۔ گویا ہمیشہ سے شیعوں کی خصلت و فطرت ہی یہ ہے
کہ رسول کے حکم کی نافرمانی کریں۔ اور ان کی تعلیمات
کے ساتھ استہزاء

غرض لفظ شیعہ کو دیکھ کر اگر اس سے مراد یہ فرقہ لیا جاسکتا
ہو تو ان آیتوں میں بھی یہی معنی لے کر اپنی حیثیت اپنا ٹھکانا
اور اپنا درجہ معین کریں،

وان من شیعته لایواہیم کا یہ معنی جو شیعہ کرتے
رہتے ہیں۔ نہ وہاں سیاق و سباق کے لحاظ سے بن سکتا ہے
نہ اس کے بننے کی کوئی صورت ہے اس لئے کسی تفسیر میں یہ
معنی منقول نہیں۔ ہاں شیعوں کی تفسیروں میں یہ معنی ہے
مگر اس کی حقیقت سنئے :-

شیعہ مجتہد سید علی حائری لاہوری تفسر روافع التنزیل
پارہ ۱۶ میں ثعلبہ لندز عن من کل شیعۃ الخ کی تفسیر میں
اول تو شیعہ کا لغوی معنی بیان کرتا ہے اس کے بعد جیسا کہ عام
شیعوں کا قاعدہ ہے۔ کہ ذکر می کنند، اور میگویند پر ان کے
مذہب کا سارا دار و مدار ہے۔ حائری صاحب مرویست کہہ کر
روایت کرتے ہیں۔ عربی عبارت لمبی ہے۔ اس کا خلاصہ آتنا

ہی ہے کہ حضور علیہ السلام نے معراج کی رات کا ذاتی بیان کیا
کہ میں تیسرے آسمان پر جب گیا تو ایک نور کے منبر پر بیٹھ
گیا۔ ابابہم علیہ السلام اور تمام انبیاء نے کرام مجھ سے نیچے

منبر کے ارد گرد بیٹھ گئے، اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نور
کی ادنیٰ پر سوار تشریف لائے۔ ان کا چہرہ چاند کی طرح
چمک رہا تھا اور ان کے اصحاب ارد گرد سافل کی طرح ان کے

ساتھ تھے۔ تو ابابہم علیہ السلام نے جب یہ حالت دیکھی تو
دعا کرنے لگے، کہ اے پروردگار! مجھ کو "علی" کے شیعہ میں سے
بنادے "آپ کی دعا قبول ہوئی اور حضرت جبریل یہ آیت

باشد و چنین نسبت بخدا و علی
کفر و اکبر زندقہ است۔
(ص ۳۳)

زندیقی ہے۔

انگوٹھی کے قصہ کے متعلق کہتا ہے۔ کفر و باطل است و
مردود است بچندین وجہ۔ چہرہ و جہات کلمی ہیں ان میں سے
لکھتا ہے :-

اجماع اہل بیت حاصل است
و اتفاق علماء ملت شیعہ قائم است
براین کہ بیچ امامے را در بیچ
و قحے بلکہ احدے از انبیاء را
ہمچہ پیغمبر آخر الزماں مسلم معراج
حاصل نشد (الی قولہ) پس آنچه
مخالف اجماع باشد باطل است
بالضرورة۔ (ص ۳۳)

باطل ہے۔

علی بن ابی طالب و اس شب
معراج تا مراجعت جناب نبوی
مسلم حجت بروئے زمین بود
چہ ممکن نیست کہ زمین یک لوح
بے حجتہ اللہ باقی ماند (ص ۳۳)

ایک لوح بھی باقی رہ سکے۔

اب اگر عارضی صاحب خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
آسمانوں پر مرجع و مانتے ہیں۔ تو اپنے اس قول کی بنا پر باطل
عقیدہ کے پابند رہتے اور کفر کے ترک نہ ہوتے ہیں۔ خیر یہ تراں
لے عرض کر چکا کہ اکثر ذاکر اس من گھڑت کہانی کو مزے لے
لے کر بیان کرتے اور جاہل عوام اس پر سر دھنتے ہیں۔ بتلا دیا
کہ خود شیعہ علماء کے ہاں بھی یہ اعتقاد و کفر ہے۔ بیان کرنے
والے ذاکر اور سننے والے شیعہ اپنی کتابوں پر تو عمل کریں۔

شیعہ اور سنی مذہب میں باطل و حق کی معرفت اور
صدق و کذب معلوم کرنے کے لئے میسج معیار تو اور چیز ہے جس
کی بنا پر اہل السنۃ والجماعہ کا مذہب سراسر حق اور شیعوں کا
من اولہ الی آخرہ باطل اور من گھڑت ہے۔ لیکن شیعہ اب
صرف نقلی بحثوں میں پڑنے لگے ہیں۔ وان من مشیعتہم
کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں۔ اور ان کا دعویٰ ہے کہ اہل سنت
کے لئے کوئی استدلال نہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں ایک شیعہ
واعظ نے شاہ پور چھاؤنی میں تقریر کی۔ اور کہا کہ قرآن و حدیث
میں کہیں بھی یہ نہیں آیا کہ تم اہل سنت بنو۔ یہ تو (حضرت)
معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے یزید کو کہا۔ کہ سنت پر عمل کرو۔
انہوں نے کہا میرے پاس جماعت بھی ہے۔ بس اسی وجہ سے
یزید اہل سنت والجماعہ بن گیا۔ اور سب سنی یزید کے پیرو
ہیں۔

علی اعتبار سے یہ بات جس قدر بیکار ہے وقت ہے وہ تو
مخفی نہیں اور اس لئے اس قابل بھی نہیں کہ اس سلسلہ کو
چھیڑا جائے۔ لیکن کیا کریں۔ جاہل لوگ ان لغویات کو سن
کر متاثر ہو جایا کرتے ہیں اس لئے ”جواب جاہلایں غاموشی“
کے بجائے مخاطب کی ذہنیت کے مناسب ان کی ”زبان“
میں بولنا پڑتا ہے۔

شیعوں کا ترکیبہ ترکی جو اب بعض لوگ دیا کرتے ہیں۔
کہ قرآن پاک میں جگہ جگہ ولن تجد لسنۃ اللہ متبدلا
واقع ہے۔ گو یا اہل سنت ہونا خداوند تعالیٰ کے بھیجے ہوئے
مذہب پر خالص عمل کرنا ہے۔ لیکن ہم ان چیزوں کو چھوڑ کر
صرف شیعوں کی معتد کتابوں سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسلمانوں کو سنت پر عمل کرنے
کی تعلیم دی اور دوسرے ائمہ نے بھی سنت پر کار بند ہونے
کی تاکید فرمائی۔ لہذا اہل سنت والجماعت ہی درحقیقت
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات ائمہ کے پیرو و متبع ہیں۔
اور شیعہ ابن سبکے گروہ میں داخل اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

تعلیمات کے خلاف چل رہے ہیں۔ عمارتیں ماحفظ فرمائیے۔
حضرت علیؓ کا فرمان ہے آخری وصیت ہے :-

را، وصیتی لکم ان لا تشکروا
باللہ شیئاً۔ محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فلا تضیعوا سنتہ
اقیموا ہذین العمودین
وخلاکم ذم
(ریح البلاغۃ ج ۲ ص ۲)

کچھ بُرائی لاحق نہ ہوگی۔

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اشترنخی
والی مصر کو ایک طویل نصیحت نامہ تحریر فرماتے ہیں اس
میں ہے :-

امرہ بتقوی اللہ وایثار
طاعتہ واتباع ما امر بہ
فی کتابہ من فرائضہ
وسننہ النبی لا یسعد
احدا الا باتباعہا والایقین
الامع جمودہا واضاعتہا
(ریح البلاغۃ ج ۲ ص ۲ مری)
حضرت علیؓ نے ان کو اللہ
تعالیٰ سے ڈرنے اور طاعت
خداوندی کے اختیار کرنے
کا حکم دیا۔ اور یہ کہ جن فرائض
وسنن کا حکم اللہ تعالیٰ نے
اپنی کتاب میں دیا ہے ان کا
اتباع کریں۔ وہ فرائض
وسنن ایسے ہیں کہ ان کی پیروی کے بغیر کوئی فیک نجات
نہیں ہو سکتا۔ اور ان کے انکار اور ضائع کرنے سے بدبختی
ہوتی ہے۔

اور اسی طویل نصیحت نامہ میں جن کو ”جمع کتبہ للہامسن“
کہا گیا ہے آگے فرماتے ہیں :-

نالود الی اللہ الاخذ
بحکم کتابہ والرد الی
الرسول الاخذ بسنتہ
الجامعۃ خیر المخرقة
(ص ۲)

روالی اللہ کا معنی تو یہ ہے
کہ اس کی کتاب کے حکمت
پر عمل کرے اور الرد الی الرسول
کا معنی یہ ہے کہ رسول کی وہ

سنت جو جامع ہے اور تفریق کرنے والی نہیں اس کو لازم
پکڑے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے ساتھ منظر
کرنے کے لئے سفرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ تو آپ کو
ہدایت کی :-

لا تخاصمہم بالقصران
حالاً ذو وجوہ تقول
ویقولون ولکن حاجبہم
بالسنة فانہم لولینجدل
عفا لحیصاً۔

ان کے ساتھ قرآن مجید کے
دریہ بحث مت کرنا۔ کیونکہ
قرآن پاک کی آیت مختلف
معانی کا احتمال رکھے گی آپ
ایک ہی آیت کے بار میں
(ریح البلاغۃ جلد ثانی ص ۲۸)

ایکٹ کہیں گے اور وہ کچھ اور
کہیں گے۔ ان کے ساتھ سنت کے ساتھ مناظرہ و مباحثہ
کو۔ وہ سنت سے بھاگنے کی کوئی راہ نہیں پائیں گے۔
شیعوں کی معتبر کتاب فروغ کافی جلد ثانی میں دیکھئے۔
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ دو حدیثیں روایت
گئی ہیں :-

رام من سرغب عن سنتی
فلیس منی (ص ۲۱۳)
جو میری سنت سے کنارہ کشی
کرنے لگا وہ مجھ میں سے نہیں
ہے، میں احب ان کیوں
علی فطرتی فلیسن
لبسنتی (ص ۲۱۳)
جو میری سنت سے کنارہ کشی
کرنے لگا وہ مجھ میں سے نہیں
ہے، میں احب ان کیوں
علی فطرتی فلیسن
لبسنتی (ص ۲۱۳)

(۲) ختان الغلام سنۃ من ینکح کاختہ کرنا سنت ہے
(۳) السنۃ یوم السابغ
فلا تمحلوا السنن
(ص ۲۱۳)
سنت یہ ہے کہ ساتویں دن
کیا جائے۔ تم سنت کی مخالفت
ہرگز مت کرنا۔

یہ چند مواقع صرف بطور مثال پیش کرچکا۔ ورنہ
سنت کا اطلاق شیعوں کی معتد کتابوں میں بہت جگہ
کیا گیا ہے۔ اور تاکید کی گئی ہے کہ سنت پر عامل رہنا
پاہے۔ اور سنت نبوی پر صحیح طور سے عمل کرنے والے

سے استدلال کرنے کا منفع اور مسئلہ کی پوری حقیقت سمجھ گئے ہوں گے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَ مَسْنَدِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ مَسْنَدِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمُهَذَّبِیْنَ

اور اس صحیح جماعت میں رہنے والے لوگ جو صحابہ کرام کے نقش قدم پر ہیں اور حضور کے ارشاد ما انا علیہ و اصحابی کے مصداق ہیں۔ وہ اہل سنت والجماعۃ کہلاتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ قارئین کرام ان من شیعتم لابراریم

اچھوت اور اسلام

(از مسٹر یوسف سلیم صاحب چشتی)

ہندوستان کے آٹھ کروڑ اچھوتوں کو یہ معلوم ہو سکے کہ اسلام ہی اُن کے درو کی اصلی دوا ہے۔

واضح ہو کہ جب تک دنیا میں ہندو دھرم کی روایات مندرستی، اور دھرم شاستر موجود ہیں۔ اُس وقت تک ہندو دھرم میں اچھوتوں کو مساوات نہیں مل سکتی۔ اور اگر اچھوت یہ چاہتے ہیں کہ انہیں دوسرے انسانوں کی طرح مجلسی اور معاشرتی حقوق حاصل ہو جائیں، تو اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ ہندو دھرم، بودھ دھرم، جین دھرم، سکھ مذہب اور مسیحیت، ان تمام مذاہب کے جو اس وقت ہندوستان میں پائے جاتے ہیں، کوئی مذہب انہیں کامل مساوات نہیں دے سکتا۔

(۱) ہندو دھرم کی تعلیم ملاحظہ ہو:-

۱) جس طرح ملک کی حفاظت کرنا کھشتری کا دھرم ہے، اسی طرح خدمت کرنا ایک شودر کا پریم دھرم ہے۔ (منو شاستر ۱۱)

۲) شودر کا نام ایسا ہونا چاہئے، جس سے غلامی کا اظہار ہو۔ (منو شاستر ۱۱)

۳) بچا کچا کھانا، چاولوں کی جھاڑن اور پھنپڑانا کپڑا

کچھ عرصہ ہوا اچھوتوں کے لیڈر ڈاکٹر امجد کار نے اعلان کیا تھا کہ ہندو دھرم میں ہمارے مجلسی اور معاشرتی حقوق نہایت بریر روی کے ساتھ پامال کئے جا رہے ہیں۔ اس لئے ہم اس مذہب کو ترک کر دیں گے اور کوئی ایسا مذہب اختیار کریں گے جو ہمیں کامل مساوات عطا کرے اس وقت سے ہندوستان کے مختلف مذاہب ڈاکٹر صاحب کو اپنی طرف بلا رہے ہیں اور آریہ سماجی حضرات نہ صرف آریہ دھرم میں بہترین مساوات کا دعوئے کر رہے ہیں بلکہ اسلام پر اعتراضات بھی وارد کر رہے ہیں کہ اس میں مساوات نہیں پائی جاتی۔ دانشمندی سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ برادران وطن اس غلط بیانی کا ارتکاب کیوں کر رہے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو انسانوں کو کامل مساوات عطا کر سکتا ہے۔ اس لئے وہ اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اسلام کی تعلیمات کو غلط پلایہ میں پیش کیا جائے تاکہ اچھوت خدا کے پسندیدہ مذہب سے بدظن ہو جائیں۔

اس لئے میں نے مناسب خیال کیا کہ آریہ سماجی دوستوں کے اس گمراہ کن پروپیگنڈے کا ازالہ کرنے کے لئے اور اچھوتوں کو تبلیغ حق کرنے کیلئے ایک مختصر سا رسالہ سپرد قلم کر دوں تاکہ

کے لئے ان بے چارے بیچ ذات کے سکھوں کو مذہبی سکھ کہا جاتا ہے۔ انہیں حالات اچھوت اگر سکھ مذہب اختیار کر لیں، تو ان کی بھی وہی حالت ہوگی، جو ان مذہبی سکھوں کی ہے۔

(د) مسیحیت کا حال بھی بالکل ایسا ہی ہے، جیسا دوسرے مذاہب کا، اگرچہ انجیل میں کہیں کہیں مساوات کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں۔ لیکن کلیسا کا طرز عمل شروع سے ایسا رہا ہے کہ مسیحی دنیا میں مساوات کا نقشہ کہیں نظر نہیں آتا۔

۱، عورت کو کلیسا نے ہندو، بودھ اور جین دھرم کی طرح بہت ذلیل قرار دیا ہے اُس کو بدی کا سرچشمہ کہا گیا ہے۔

۲، کلیسا نے دین و دنیا میں تفریق قائم کر دی اور پادروں کے طبقہ کو عوام الناس پر فوقیت عطا کی۔ جو شخص پادری نہ ہو، وہ نہ عبادت کر سکتا ہے۔ نہ نکاح پڑھا سکتا ہے اور نہ گرجہ میں مذہبی رسوم بجاا سکتا ہے ۳، یورپ میں عزت کا معیار تقویٰ نہیں، بلکہ دولت ہے اور آج کل دولت کے علاوہ رنگ اور وطن بھی معیار فضیلت ہے چنانچہ یورپین اقوام اپنے آپ کو محض رنگ اور وطن کی بنا پر ایشیائی اور افریقی اقوام سے برتر خیال کرتی ہیں

۴، گرجوں میں بھی امیر اور غریب کا امتیاز پایا جاتا ہے دولت مند لوگ اگلی صفوں میں بیٹھتے ہیں اور غریب لوگ پچھلی صفوں میں۔

انہیں حالات اگر اچھوت عیسائی مذہب اختیار کر لیں تو اگرچہ ان کی حالت نسبتاً بہتر ہو جائے گی۔ لیکن حقیقی مساوات جس کے وہ طالب ہیں، انہیں اس مذہب میں بھی نہیں مل سکتی۔

مندرجہ بالا طور میں، مختصر طور پر مختلف مذاہب کا نقشہ

کو دینا چاہئے (۱۱)

(۲) اگر شودر کے پاس دولت ہو، تو برہمن ہزاروں سے پھین لے (۱۲)

(۵) اگر کوئی شودر کسی برہمن کو گالی دے، تو اس کی زبان میں چھید کر دو۔ (۱۳)

۶، اگر بیچ ذات کا آدمی اونچ ذات والے کے ساتھ بیٹھ جائے، تو اس کی کمر میں داغ دو یا اس کی سرین کاٹ ڈالو (۱۴)

(۷) شودر اگر وید سن لے تو اس کے کان میں گھلا ہوا سہ ڈال دو۔

(قول گوتم جہاراج مندرجہ دیدتھی سالوچن)

(۸) وید تو وید منو شاستر کو بھی صرف برہمن ہی پڑھ سکتا ہے۔ (منو سمرتی ۱۱)

(۹) جو شودر برہمنوں کو دھرم کا اپدیش کرے راجہ کو چاہئے کہ اس کے منہ اور کانوں میں گرم تیل ڈالو (منو ۲۱۲)

(۱۰) شودر کو عقل کی بات بتانی مناسب نہیں ہے (منو ۱۱۱) اپ آریہ سماجی اور اچھوت دونوں فیصلہ کر لیں کہ ہندو دھرم میں مساوات پائی جاتی ہے یا نہیں؟

(ب) بودھ دھرم میں سب سے پہلے تو عورت اور مرد میں امتیاز موجود ہے۔ پھر دینداروں اور دنیا داروں میں تفریق پائی جاتی ہے۔ علاوہ میں بودھوں کا تمدن بالکل ہندو کا سا ہے اور یہی حال جین دھرم کا ہے۔ آج یہ دونوں مذاہب چھوت چھات میں گرفتار ہیں اس لئے اچھوتوں کو اس جگہ بھی اپنے درد کی دوا نہیں مل سکتی۔

(ج) سکھ دھرم میں پیدا نشی اور مذہبی سکھوں کی تفریق موجود ہے۔ اور آج کوئی اعلیٰ خاندان کا سکھ ان مذہبی سکھوں کے ساتھ معاشرتی اور مجلسی تعلقات قائم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ عام خاندانی سکھوں سے جدا کرنے

کی بناء میں حاصل ہو سکتی ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو دنیا میں ظلم و عداوت کے مخرج چار ہیں :-

۱۔ حسب و نسب اور اختلاف قوم و نسل ۲۔ رنگ ۳۔ امتیاز ۴۔ زبان کا اختلاف ۵۔ ملکی اور وطنی خصوصیات،

۱۔ نسل اور قوم کے متعلق اسلام کی تعلیم یہ ہے
مَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا
یعنی تمام انسان ایک ہی قوم اور ایک ہی امت ہیں۔
لیکن انہوں نے خود آپس میں اختلاف کیا۔

حسب و نسب کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے :-

كُلُّكُمْ أَوْثَنَاءُ أَدَمَ وَ أَدَمُ مِنْ تَوَابٍ
آدم کے بیٹے ہو اور حضرت آدم ۲ مٹی سے بنائے گئے تھے۔ یعنی تم سب ایک ہو۔

نسلی اور قومی مفاخرت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے :-

لَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ لَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ دَعَى إِلَى عَصَبِيَّةٍ لَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ۔ یعنی جو شخص نسل و قوم کے تعصب پر مرے، وہ ہم میں سے نہیں، جو شخص لوگوں کو نسل و قوم کے تعصب کی طرف بلائے، وہ ہم میں سے نہیں اور جو شخص نسلی تعصب کی بناء پر دوسروں سے لڑے وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے۔

رنگ اور زبان کے اختلافات کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے :-

وَمِنْ آيَاتِهِ... اخْتِلَافُ السِّنِّتِ لَكُمْ وَالْوَلَانِ كُمْ
یعنی رنگ اور زبان کے اختلافات خدا کی ہستی پر کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔

ملکی اور وطنی خصوصیات کے متعلق یوں ارشاد ہوتا

پیش کر دیا گیا ہے۔ اب میں مساوات انسانی کے متعلق اسلام کی تعلیم بیان کر دوں گا۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اچھوتوں کو کامل مساوات عطا کر سکتا ہے۔

اسلام کا ایک بنیادی اصول جس پر مساوات کی عمارت عقلی طور سے قائم ہو سکتی ہے، یہ ہے کہ ہر انسان فطرۃً نیک اور بے گناہ اور پاک ہے۔ کوئی شخص جیسا کہ مسیحیت کی تعلیم ہے پیدائشی طور پر گنہگار نہیں۔ گناہ ایک انسانی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو گناہ نہیں بنایا چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے فَطَرْنَا النَّاسَ الْغَنِيِّ فَطَرْنَا النَّاسَ عَلِيْهَا۔

یعنی ہر انسان کی فطرت (نیکی اور پاکیزگی) پر ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواه یھودا نہ او مجسیا نہ او نصرانہ یعنی ہر انسان خالص نیکی پر پیدا ہوتا ہے۔ اگر والدین یہودی ہوں تو بچہ بھی یہودی بن جاتا ہے اور اگر وہ مجوسی یا نصرانی ہوں تو بچہ بھی مجوسی یا نصرانی ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے سر پر عزت کا تاج رکھا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ انسان اپنے آپ کو مکرم سمجھے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْوَرْدِ وَالْبَحْرِ۔ ہم نے بنی آدم کو مکرم بنایا اور ہم نے ہی اُسے خشکی اور تری پر اقتدار بخشا۔

اسلام کا کمال یہ ہے کہ اُس نے سب سے پہلے مساوات انسانی کا اصول بیان کیا اگر مَکَرُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی یعنی تم میں سے وہی شخص سب سے زیادہ مکرم ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ یعنی تقویٰ اور صرف تقویٰ معیار فضیلت ہے۔

اس کے بعد اس نے ان باتوں کا قلع قمع کیا جو مساوات

کی حیات اجتماعی میں بھی اس کا مشاہدہ کرا دیا مسلمانوں کی مساجد میں علی مسادات کا نظارہ دن میں ایک دفعہ نہیں بلکہ پانچ دفعہ نظر آتا ہے۔ امیر غریب، کالے، گورے، سب دوش بدوش کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ مساجد میں کسی کے لئے کوئی جگہ مخصوص نہیں ہے۔ اگر غریب اگلی صف میں کھڑا ہے تو کوئی امیر حتیٰ کہ بادشاہ بھی اُسے اس جگہ سے ہٹا نہیں سکتا۔ اس کے علاوہ حج کے موقع پر مسادات نسل انسانی کا حیرت انگیز نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ جب کہ شاہ و گدا دونوں ایک ہی وضع اور ایک ہی لباس میں خانہ خدا کا طواف کرتے ہیں۔

اب ہم تاریخی مثالیں اور شہادتیں پیش کرتے ہیں (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایران روم، اور یمن کے گورے رنگ کے لوگ اور حبشہ کے سیاہ نام مثلاً حضرت بلال رضی اللہ عنہ، دونوں شانہ بشانہ بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں اور جب عہد فاروقی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ انتقال ہوا، تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا الیوم مات سیدنا یعنی آج ہمارا آقا ہم سے جدا ہو گیا۔ علامہ شبلی نے کیا خوب لکھا ہے :-

عہد فاروقی میں جس دن کہ ہوئی اُن کی وفات
یوں کہا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بادیدہ تر
اُٹھ گیا آج زمانہ سے ہمارا آقا
اُٹھ گیا آج نقیب حشیم پیغمبر
(۲) ڈاکٹر لی بان اپنی کتاب تاریخ تمدن میں لکھتے ہیں ”ہندوستان میں اسلام کی سرعت سے پھیلنے کا بڑا سبب یہ ہے کہ اس مذہب میں اعلیٰ درجہ کی مسادات پائی جاتی ہے۔ جو ہندو ذات پات کی لعنت سے تنگ آ گئے تھے، وہ بخوشی اسلام کے دائرہ میں داخل ہو گئے کیونکہ یہاں اُن کو کامل مسادات مل سکتی ہے (تاریخ تمدن، مترجمہ سید علی بلگرامی ص ۴۵۴)

ہے لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی کلکم ابناء ادم (مسند احمد ابن حنبل)
یعنی کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، تم سب آدم کی اولاد ہو۔

نیز ارشاد فرمایا :- ”لا فضل لاجہم علی اسود“ یعنی کسی گورے کو کسی کالے پر (مھن رنگ کے لحاظ سے) کوئی فضیلت نہیں ہے۔

وحدت نسل انسانی کے متعلق قرآن مجید یہ فرماتا ہے :- یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَآثْنًا وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ۔ یعنی اے لوگو! ہم نے تم کو عورت اور مرد کے جوڑے سے پیدا کیا، اور ہم نے تمہارے اندر گروہ اور قبیلے بھی پیدا کر دیے ہیں تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ (مگر یاد رکھو) کہ حقیقی بزرگی تو پرہیزگاری اور تقویٰ پر منحصر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ برگزیدہ ہستی ہیں جنہوں نے دنیا میں سب سے پہلے مسادات نسل انسانی کا صاف لفظوں میں اعلان فرمایا :-

اللہم راتبا وراثت کل شئیء انا شہید ان عبادک کلہم اخوة۔ یعنی اے ہمارے رب تو ہمارا اور ساری کائنات کا پروردگار ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سارے بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں علامہ اقبال فرماتے ہیں :-

تو اے کوہک منش خود را ادب کن
مسلمان زادہ ترک نسب کن
برنگ احمر و خون و رنگ و پوست
عرب نازد اگر، ترک عرب
اسلام نے صرف تعلیم ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ مسلمانوں

۱۵، ڈاکٹر آرٹلڈ اپنی کتاب دعوت اسلام ص ۳ پر لکھتے ہیں ”ہندوستان میں اسلام کو جس بات کی وجہ سے زبردست قوت حاصل ہوئی، وہ یہ ہے کہ اس میں ذات پات کا امتیاز نہیں پایا جاتا، بلکہ کامل مساوات کی تعلیم نظر آتی ہے اور یہی وہ چیز ہے، جس کی بدولت اسلام ہندوؤں کو اپنا حلقہ جگوش بناتا ہے۔“

دوسری جگہ ڈاکٹر موصوف نے سر ولیم ہنٹر کا یہ مقولہ اپنی کتاب میں درج کیا ہے کہ ”بنگال میں اسلام کو جو کامیابی حاصل ہوئی ہے، وہ کسی تشدد یا جبر کا نتیجہ نہیں بلکہ اسلام نے اپنی اعلیٰ تعلیم مساوات کی وجہ سے لاکھوں ہندوؤں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ اس میں اخوت انسانی کی اعلیٰ تعلیم پائی جاتی ہے اور اس وجہ سے بہت سے ہندو جو ذلت و خواری سے زندگی بسر کر رہے تھے بلا تکلف دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔“

اب اچھوت خود فیصلہ کر لیں کہ ان کے درد کی حقیقی دوا کس مذہب میں مل سکتی ہے؟ برسرِ سلاطین بلاغ باشد دہس

۱۶، پادری آئیزک ٹیلر نے ۱۹۰۷ء میں چرچ کانگریس میں جو لیکچر دیا تھا۔ اس میں انہوں نے کہا ”عیسائیت جو اخوت سکھاتی ہے، وہ اگرچہ اعلیٰ درجہ کی ہے۔ لیکن صرف زبانی ہے اس کے برخلاف اسلام جس اخوت کی تعلیم دیتا ہے، وہ عملی ہے۔ ہر شخص کلمہ پڑھ لینے کے بعد اسلام کی عظیم شان برادری میں داخل ہو جاتا ہے۔ جہاں اسے دوسرے مسلمانوں کے برابر مجلسی اور معاشرتی حقوق حاصل ہو جاتے ہیں۔ ہم لوگ تحریر اور تقریر میں تواخوت کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن عملی رنگ میں فیمل ہو جاتے ہیں۔“

۱۷، ڈاکٹر مارکس ڈاڈس اپنی کتاب فطری اور الہامی مذہب پر لکچر ص ۱۸۷ پر لکھتے ہیں ”اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ محمد (صلعم) کی تلقین کردہ مساوات کی مثالیں ہر اسلامی ملک میں نظر آتی ہیں۔ حضرت عمرؓ کا واقعہ تاریخ میں موجود ہے کہ وہ اونٹ کی ہار تھامے ہوئے نظر آتے ہیں اور ان کا غلام اس پر سوار ہے۔ لیکن افسوس کہ عیسائی محاکمہ میں مساوات کی مثال کہیں نظر نہیں آتی“

خاکساریت شکن لٹریچر

حسب ذیل رسائل خاکساری تحریک کے زہر کیلئے تریاق کا حکم رکھتے ہیں۔ ہم سے متاثرہ خاکساریت زدہ حلقوں میں انہیں تقسیم کر کے حق کی قوت کا کرشمہ دکھائیے۔

خاکساری فتنہ	المشرقی علی المشرقی	تبصرہ برتند کرہ	عیسائیت کے دو پلوے	مشرقی فتنہ
۴۰	۴۰	۲۰	۲۰	۱۰

خیر جاری درود مذہب خاکساری خاکسار تحریک کیوں قابل قبول نہیں

نوٹ :- محصول پاک بدمغویار پورے سٹ پر ۲۰ روپے خرچ ہوتے ہیں

ملنے کا پتہ :- (پیرزادہ) ابو الفضل محمد ہاء الحق قاسمی گلوالی دروازہ۔ امرتسر۔

مسئلہ علم غیب اور مولوی حسین علی صاحب (از مدیر)

یارب العالمین

اس کتاب کے صفحہ ۹۸ و ۹۹ پر حضرت قبلہ خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے دو ملفوظ درج ہیں اور ان میں مخاطب مولوی حسین علی صاحب ہیں۔ جن کو ہم مع ترجمہ اس جگہ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ مولوی صاحب موصوف کے قدیم و جدید خیالات کا قارئین کو علم ہو سکے۔ اور مولوی صاحب نے ۵ سال سے جو کفر مسلمین کا خطرناک مشغلا اختیار کر رکھا ہے اس کے اسباب و علل کا سراغ لگایا جاسکے۔

روزی حاجی میاں عبدالکرم ایک روز حاجی میاں عبدالکرم صاحب قوم اترہ ساکن گڑھ نورنگ از مہناب مولوی حسین علی صاحب پرمسید کہ اولیا علم غیب میدانہ جباب مولوی صاحب موصوف در جواب گفتند کہ علم غیب خاصہ خداست جلال شانہ است مگر چیزے بعض امور کا القاء ولی کے دل حق تعالیٰ در دل ولی خود القاء میں کرتا ہے اور وہ جان لیتا کند پس میدانہ او را بطریق الہام یا کشف حاجی عبدالکرم نے کہا کہ عبدالکرم صاحب گفت کہ آیا اولیاء کے گھوڑے بھی غیب اسچھا اولیا ہم غیب میدانند جناب مولوی صاحب مدوح پوچھا وہ کیسے؟ حاجی عبدالکرم گفتند جباب میاں حاجی عبدالکرم نے بیان کیا کہ حضرت قبلہ کا

مجدد مائتہ ثالث عشر حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ و حضرت شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ مجددیہ کی دنیا بھر میں اشاعت ہوئی۔ حضرت شاہ احمد سعید صاحب کے خلیفہ اعظم حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندھاری رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ زئی شریف صلح ڈیرہ اسماعیل خان میں اقامت اختیار کی۔ آپ کے جانشین و اکمل خلیفہ حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے پنجاب و سرحد کا کوئی گوشہ محروم نہ رہا۔ اور موسیٰ زئی شریف کو علم و عمل و عرفان کا مرکز ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۱۳۱۷ھ میں ہوا۔ آپ کے جانشین حضرت قبلہ خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے مولانا سید محمد اکبر علی شاہ صاحب دہلوی مجددی نے ”مجموعہ فوائد عثمانی“ کے نام سے حضرت مرحوم کے حالات ملفوظات وغیرہ جمع کئے، اور ان فوائد پر نظر ثانی و تصحیح کی خدمت مولوی حسین علی صاحب ساکن واں بھجوال کے سپرد ہوئی کتاب مذکور مطبع اسلامی دہلی میں ۱۳۱۷ھ میں طبع ہوئی اس کتاب میں کئی جگہ مولوی حسین علی صاحب کے حواشی درج ہیں۔ اور آخر میں مولوی حسین علی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”ابا بعد فیقول الفقیر الحقیر المدعو بحسین علی انی طالعت هذا الكتاب من اوله الى آخره بامر سیدی مولائی و شری حضرت سیدی محمد سراج الدین لانا ال فیوضاتہ علینا فالحققة نفعنا اللہ تعالیٰ بہذا الكتاب و الناطقین بالآخرین آمین

صاحب بیان کردند کہ یک اسب حضرت قبلہ نزد من بود در سنہ زار با جوار من میچربید در دل خیال کردم کہ ہر روز این اسب را اگر میں چنیں در کشت با جوار رہے کمں اکثر خوشہا خواہ خورد و با جوار در وقت دروہچ بست نمے آید۔ پس بھر و گذشتن میں خیال بردل ہما وقت دیدم کہ اسب روئے از خوشہ ہا گردانید و گیاہ خوردن شروع کرد بعد از گذشتن چندیں وقت فہمیدہ کہ میں امر بسبب خطرہ من واقع شد پس نزد اسب رفتہ در پایے او اقدام و گفتم کہ میں مال حضرت است بلال خاں بخور فی الفور خود بخور خوشہ ہا شروع کرد۔ پس میں چہ حکمت است۔ جناب مولوی صاحب مدد فرموند کہ اللہ تعالیٰ متولی اولیاء خواست چوں اس خیال در دل گذشتن اللہ تعالیٰ مبتلا اسب را از خوشہا بند ساخت و چوں ازاں خیال تا برگشتی باز اللہ تعالیٰ اسب را ہارے و این ہم عنایتہ خداوندی بود بر تو کہ میں امر را وسیلہ پنہنگی

گھوڑا میرے پاس تھا وہ میرے با جوار کے کھیت میں چا کرتا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ اگر گھوڑا اسی طرح با جوار میں رہا تو خوشہ کھا جائے گا اور با جوار کچھ بھی مجھے حاصل نہ ہو گا۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے دیکھا کہ گھوڑے نے با جوار کے خوشوں کا کھانا ترک کر دیا اور گھاس چرنا شروع کیا میں نے سمجھا کہ میرے دل کے خطرہ کی بنا پر ایسا ہوا ہے۔ میں گھوڑے کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور کہا کہ یہ مال حضرت کا ہے۔ تو اسے بلا خطر کھا۔ اس پر گھوڑا پھر خوشوں کو کھانے لگا۔ یہ کیا حکمت ہے؟ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کا متولی ہے۔ جب تیرے دل میں خیال گذرا خدا نے خوشوں کے کھانے سے روک دیا، جب اس خیال سے تو نے توبہ کی تو گھوڑے کو پھر اجازت ملی۔ یہ تجھ پر خدا کی عنایت ہے کہ اس کے ذریعہ تیرے اعتقاد کو نچھتہ کیا۔

اعتقاد تو ساخت۔ پس جناب مولوی حسین علی صاحب بعد وادوں میں جواب دہ ہیں خیال بودند کہ آیا علی کے اولیاء را بیشتر چہ گوئے باشد کہ آیا بعضی چیز ہا میداندا اکثر بعد توجہ و خیال یا چہ گوئے باشد در ہمیں خیال بودند کہ ازاں جابر خاستہ در تسبیح خانہ شریف زقندہ و در آں صاحب حضرت قبلہ قلبی و روحی فدایہ ہا مواں افغانان بزبان پشتو در کسی امر کلام سے کردند پس جناب مولوی صاحب مدد فرموند در پشت آں مرد مال نشندہ حضرت قبلہ بہ بھر و گذشتن مولو صاحب متوجہ بہ او شان شدہ بزبان فارسی فرموند کہ مولو صاحب اولیاء ہمہ میدانند ولیکن مامور بہ انہا نیستند۔ پس فقط ہمیں فقط کہتہ باز ہستور سابق کلامے افغانان شروع کردند۔

پس مولوی حسین علی صاحب اس جواب دینے کے بعد اسی خیال میں تھے کہ اولیاء کو علم کیسے ہوتا ہے؟ کس طرح ہوتا ہے؟ گویا بعض جانتے ہیں یا اکثر بعد توجہ و خیال کے یا کیسے علم ہوتا ہے؟ اسی خیال میں اپنی جگہ سے اٹھ کر تسبیح خانہ شریف میں گئے۔ و ہاں حضرت قبلہ (خواجہ محمد عثمان) انخانز سے پشتو میں باتیں کر رہے تھے۔ مولوی صاحب ان پٹھانوں کے پیچھے بیٹھ گئے ان کے بیٹھے ہی حضرت قبلہ مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور زبان فارسی میں فرمایا کہ اولیاء سب کچھ جانتے ہیں مگر انہما پر مامور نہیں ہیں "اتنا فقرہ کہہ کر حضرت قبلہ نے حسب سابق پٹھانوں سے پشتو میں گفتگو شروع کر دی۔

ملفوظ دیگر

ایک روز بوقت عشاء جناب مولوی حسین علی صاحب حضرت قبلہ کے پاس حاضر تھے۔ ارشاد فرمایا اے

ایک روز بوقت عشاء جناب مولوی حسین علی صاحب پٹھ حضرت قبلہ قلبی و روحی فدایہ حاضر بودند ارشاد فرموند

اہل سنت کے مابین مختلف فیہ مسائل میں شمس الاسلام کی پالیسی ہمیشہ غیر جانبدارانہ رہی ہے۔ اور آئندہ بھی اس مسلک سے انحراف کا ارادہ نہیں۔ مگر سنی مسلمانوں میں ماہی سر پھٹول، تکفیر و تفسیق و تضلیل، افراط و تفریط سے جو قلبی اذیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی بنا پر مرسومہ مالاً قلبیہ کی گئی ہیں۔ اس سے ہمارا مقصد کسی پارٹی کی حمایت نہیں۔ البتہ شان رسالت میں گستاخی و بے ادبی کرنے والوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (معاذ اللہ) جہل کی نسبت کرنا بالافتقار کفر ہے۔ اور خدا کی ذاتی صفات میں کسی کو شریک کرنا بھی کفر ہے۔

علم غیب کا خاصہ خدا ہونے سے کوئی بھی منکر نہیں مگر عطائی متناہی علم کو خاصہ خدا قرار دینا بھی کفر ہے۔ مسلمانوں میں کوئی فرقہ ایسا نہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذاتی یا غیر متناہی علم کا دعویٰ ہے۔ پس اس مسئلہ کی بنا پر مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے خطرناک مشغلہ اختیار کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں افراط و تفریط سے بچا کر اپنی رضا کی साہوں پر ثابت قدم رکھے۔ آمین۔

کہ اسے مولوی صاحب شمس برود خانہ خود باز چوں واپس آئی حالات و معاملات کہ بر شمس گذشتہ باشند از سن پیرس ہمد را یک یک مفصل بنو خواہم گفت انشاء اللہ نقالی در یک امر ہم خطا نہ خواہی یافت۔

ملفوظات کی عبارت اس قدر واضح ہے کہ کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ کاش مولوی حسین علی صاحب ان کلمات طیبات کو اپنے لئے خضر راہ بناتے اور تکفیر مسلمین کا عظیم الشان فتنہ برپا نہ کرتے۔ مگر افسوس ہے کہ حضرت قید خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی تنبیہات و نصائح کا اثر بعد میں معدوم ہو گیا۔ اور آج شمالی پنجاب کے مسلمان حوالی ہجیراں سے پیدا شدہ فتنہ کی بنا پر تشنہ و افتراق میں مبتلا ہیں۔ سنا گیا ہے کہ مولوی صاحب کسی مسلمان کا دبیجہ نہیں کھاتے سب کو مشرک سمجھتے ہیں۔ ان کے بعض مریدین تشدد میں ان سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔ اور توحید کی اشاعت کے جوش میں توہین رسالت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب تک رسول علیہ السلام کی پوری طرح کسر نشان بیان نہ کی جائے، توحید کا اشد دل پر نہیں ہو سکتا۔

حقیقتِ مرزا ئیت

مؤلفہ مولانا علم الدین صاحب۔ مرزائی دھرم کی ترویج میں بہترین کتاب ہے۔ قیمت آٹھ آنے ۸۔ خرچ محصول علاوہ۔

حقیقتِ مرزا ئیت

مؤلفہ مولوی عبدالکریم صاحب مبارک سابق ممتحن مرزا ئیت۔ مرزائی چال بازیوں کو طشت از بام کرنے والی کتاب ہے۔ قیمت ۸۔ علاوہ محصول۔

(پیرزادہ) ابوالضیاء محمد بہاء الحق قاسمی - گھوالی دروازہ - امرتسر

دھنولہ میں علمی دینی اجتماع

پڑھی گئی، جس میں مدرسہ کی مختصر تاریخ اور امسال صحاح ستہ وغیرہ کتب عالیہ کے درس کا ذکر تھا۔ اس کے بعد جناب تاج لاہوری نے مندرجہ ذیل نظم موثر انداز میں پڑھی:-

نظم بتقریب سیم ستارہ بندی

یہ علم خدا کی نعمت ہے یہ علم خدا کی رحمت ہے
پھر علم دیں سبحان اللہ! یہ علم عجیب اک دولت ہے
عزت کا تاج قیامت کو اللہ اُسے پہنائے گا
جس باپ کا بیٹا عالم ہو، وہ باپ بڑا خوش قسمت ہے
کہتا ہوں مبارک خوش ہو کر میں حضرت حاجی صاحب کو
اولاد کا ہے یہ فضل و کرم جو مل گئی آپ کو عزت ہے
استاد کی عزت ہے اس سے درجہ بھی اسکا سب سے بڑا
عالم کا جو استاد ہوا کیا اس کی شان دلیا قسمت ہے
ہے ناز سجا، فخر بجا ہے حق ہے حضرت عرشی کا
اک عالم کے سر پر نے جو ہندھی دستار فضیلت ہے
تحصیل علوم دین پر کیوں جمشید احمد سرور ہوں
قدرت نے کیا سامان طرب و اندیشہ شمرہ محنت ہے
اب لیں گے نام ادب کی یوں سب مولانا جمشید احمد
یہ علم دین کی ہے برکت یہ اس کی خاص غایت ہے
پیرانِ طریقت کا اسمیں ہاں فیض تھا بیشک اننگ
مدتہ ہے حسن عقیدت کا یہ حلوہ حوی کر امت ہے
اب ان کو خدا توفیق یہ دے تا غریہ خدمت دیں گے کیا
ہے تاج کی یہ اک نیک دعا اور ابھی ایک نصیحت ہے

اس کے بعد مولانا عبدالغفور نے ایک سپاس نامہ پڑھ کر فرمایا

۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۳ء کا دن قصبہ دھنولہ ریاست
ناجہ کی دینی و مذہبی تاریخ کا ایک سنہری ورق تھا۔ جبکہ مدرسہ
کریمیہ کے فارغ التحصیل طلبہ یعنی مولوی عبدالغفور صاحب
ابن مولانا مولوی عبدالغنی صاحب مرحوم سابق مفتی اعظم
پشاور اور حافظ جمشید عالم صاحب ابن حاجی عبدالوہاب صاحب
تاجر چرم کلکتہ و کانپور و مدراس کے سروں پر دستار فضیلت
باندھنے اور چار طلبہ یعنی ہرود مذکورین اور مولوی شجیہ الدین
احمد اور حکیم ہر محمد خاں کو اسناد تعلیم دینے کیلئے محلہ کی مسجد میں
علاء کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ یہ جلسہ حاجی عبدالوہاب صاحب
کی تحریک و اہتمام سے منعقد ہوا جو حضرت سیدنا مولانا
ابوالسعد احمد خاں صاحب قدس سرہ شیخ خانقاہ سراجیہ مجددیہ
کنڈیان کے خلیفہ مجاز ہیں۔ تقریباً پچیس ہزار روپے کی لاگت
سے خانقاہ میں مسجد تعمیر کرائی ہے۔ چھ برس کے قریب غیبت
شیخ میں حاضر رہ کر سلوک ملے کیا ہے اور بفضلہ تعالیٰ صاحب
حالات و مقامات ہیں۔ اس جلسہ کی شرکت کے لئے خانقاہ
سراجیہ مجددیہ سے حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب جادہ نشین
آپ کے ساتھ چھ دیگر موقیہ و علماء کرام۔ لاہور سے جناب حکیم
عبدالحمید صاحب سیفی اور جناب حکیم تاج الدین صاحب تاج
بہاؤ لاہور سے جناب مولانا میر جمیل الدین صاحب الیکٹرونکس وینیات
مدارس ریاست بہاولپور، کانپور سے جناب حاجی عبدالوہاب
صاحب اور بابو مسعود عالم صاحب اور کئی دیگر اصحاب تشریف
لائے۔ پہلے قاری عبدالغفار صاحب پانی پتی نے سورۃ الرحمن
کے ایک رکوع کی تلاوت نہایت دلگداز لہجہ میں فرمائی پھر
ہفتم مدرسہ مولانا عرشی صاحب کی طرف سے افتاحی تقریر

نے اپنے دست مہرک سے دونوں صاحبوں کے سروں پر دستارین باندھیں اور سند یاب طلبہ کو سندیں عطا فرمائیں۔ اور شرکاء مجلس میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ حاضرین میں مقامی ہندو صاحبان کی بھی کافی تعداد تھی۔ جلسہ نہایت خیر و خوبی سے سرانجام کو پہنچا۔

راقم حافظ ناصر الدین حیدر
مدرس دوم مدرسہ کریمیہ

جو خوشخط لکھ کر شیشے کے چوکھٹے میں لگایا ہوا تھا۔ اس میں انہوں نے اپنے استاد (حضرت عرشی) کی نہایت مخلصانہ ہدایات میں تحریف و توہین کی تھی۔ پھر جناب میر محمد جمیل الدین صاحب نے تقریباً ایک گھنٹہ نہایت موثر و پُر زور تقریر میں مسلمانوں کو عموماً اور اہل قضبہ کو خصوصاً علم دین کی طرف متوجہ ہونے کی تاکید کی۔

آخر میں حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب سجادہ نشین

”اسلامی نظام تعلیم کیلئے“

تمام اسلامی تعلیمی اداروں اور مسلم نمائندہ جماعتوں اسلامی پریس کے حضرات منتظمین سے درخواست ہے
(از مولانا محمد ذاکر صاحب ناظم دارالعلوم محمدی ضلع جھنگ)

ہمارے قابل رحم عربی مدارس میں بھی عام علمی ضروریات اور جدید تعلیمی مقتضیات عصر کے فقدان سے ایک خطرناک کیفیت پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے۔

ان ہر دو قسم کے تعلیمی اداروں سے صحیح تعمیر ملت کی تقاضات رکھنا محض خوش فہمی اور جانبدارانہ عقیدت ہے۔ اگر خدا نخواستہ کچھ عرصہ اور ہر دو کا یہی طریقہ جاری رہا تو اس کے نتائج و اثرات مسلمانان ہند کی مذہبی و ملی زندگی کے لئے نہایت ہی ہولناک ثابت ہوں گے اور اس سلسلہ میں خاص طور پر مدارس عربیہ اسلامیہ کی اصلاح و ترقی، مزید لائق توجہ ہے جن کی طرف قوم کا کوئی خاص خیال نہیں ہے۔ حالانکہ ملک میں اسلامی تہذیب و کلچر کے دھندلے نقوش انہیں کے کمزور وجود سے پائے جاتے ہیں۔ اور انہیں کی اصلاح و تربیت سے ہی اسلامی نظام کی ترقی و حفاظت کا حق ہے،

جب یہ مسئلہ امر ہے کہ مقدس مذہب اسلام کی تعلیمی ہمت انسان کی تمام (دینی و دنیوی اخروی) ضروریات زندگی اور ارتقائی پہنائیوں کیلئے (جامع حیثیت سے) کفیل ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی قوم یا ملت کی مذہبی و سیاسی عمرانی ترقی کا راز نصاب تعلیم کی تدوین و ترتیب میں مضمر ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانان ہند دینی و دنیوی حیثیات سے کیوں کمزور ہیں؟

اور اپنے قومی و مذہبی مدارس کے فصاحت و سلیقہ پر کیوں کر خاص توجہ نہیں کی جا رہی؟

ہمارے دونوں قسم کے قومی تعلیمی ادارے اپنی اپنی مجوزہ لائسنسوں میں دن بدن پستی کی طرف جا رہے ہیں عام اسلامیہ سکولوں میں دینی تعلیمات کی شدید کمی خوفناک مستقبل کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اور اسی طرح

ہو سکتی ہے۔

اسلامی دینی خدمات کے لئے معیار کامیابی حاصل کرنے میں قاصر ہے بلکہ بسا اوقات اپنی روزمرہ کی علمی ضروریات زندگی میں بھی عاجز ہو رہے ہوں دوسری جانب ہمارا انگریزی خوان نو نھال اسلامی علوم کی شناساوری سے عملاً ناواقفی و بے کسی کی حالت میں مغرب کے سیلاب عظیم میں بے اختیار بہا چلا جا رہا ہے اور ہمارے دو قسم اداروں کے ارباب اقتدار کو اپنے ان تعلیمی فرزندوں کی اس بیچارگی پر ترس نہیں آ رہا۔ بلکہ اپنے اپنے مخصوص مصالح کے ماتحت ہر دو طرح کے اصلاحی اقدامات سے گریز کیا جا رہا ہے۔ اسی افراط و تفریط اور اسی بے رحمی و جہود سے ہمارا ملی شیرازہ کمزور تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور اقوام عالم اپنے اپنے مجوزہ پروگرام کے مطابق تعلیمی تبلیغی مذہبی سیاسی اور معاشی میدانوں پر سبقت لے جا رہی ہیں۔

اے کاش! ہمارے زعمائے ملت اور مروجہ تعلیمی ادارے بھی دینی اسلامی ہمدردی کیساتھ حالات پر بھونڈے دل سے غور فرماتے ہوئے موجودہ اور آئندہ نسل کے لئے بہترین تعلیمی، اسلامی مستقبل بنانے میں ہمہ تن مصروف ہوتے۔ ہمارے ہر دو طبقہ کے نوجوان پورے اخلاص کے ساتھ ہر مفید اصلاح اور مفاد ملت کے لئے سرگرم کار ہیں۔ صرف اکابر کی جمع رہنمائی کی اشد ضرورت ہے اور ان دونوں طبقوں کے پاکیزہ فطرت والا العزم نو نھالوں نے ہی باہمی مخلصانہ تعاون اور اشتراک عمل سے دینِ قیم و ملتِ بقیہ کی اہم ترین خدمات (بعونہ تعالیٰ) بجالی ہیں اور انہیں کے باہمی پختہ فہم و ملی انضباط ہی سے آئندہ زمانہ میں اسلامی تہذیب کی علمبرداری ہونے والی ہے

اس لئے خودی ضرورت ہے کہ ان میں مذہبی، ملی، سیاسی، مدنی، ضروریات کے مطابق باہمی علمی ارتباط اور اعلیٰ صلاحیت و قابلیت کے جوہر پیدا کرنے کیلئے خاص الخاص کوشش جلد تر شروع کی جائے۔ جس کیلئے نام

لیکن افسوس کہ قوم کی بے توجہی اور بڑی حد تک خود اہل مدارس کی ہی سستی (یا بے حس) کے باعث ان مدارس کی باخادی حیثیت ساعت بساعت نہایت ہی بُری طرح ختم ہو رہی ہے۔ ان کے مروجہ نصاب تعلیم میں منطق و معقول اور قدیم فلسفہ کے ضروری حصہ کی زیادتی اور تفسیر ادب و ترجمتیں۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ جدید فلسفہ و ٹیمت اور دیگر عمری علمی مقصنات کی کمی کے علاوہ ایک نہایت ہی افسوسناک بات یہ ہے کہ اس میں عام ابتدائی و ثانوی تعلیم کا کوئی باقاعدہ مستقل انتظام نہیں ہے۔ اور اگر بعض مدارس میں اس کا کچھ برائے نام اہتمام ہے بھی تو ان میں بیرونی داخل ہونے والے طلبہ کیلئے امتحان داخلہ میں ابتدائی تعلیمی معیار کا مطلقاً خیال نہیں رکھا جاتا۔ حتیٰ کہ نام نہاد آخری جماعت دورہ تک کے بھی کئی طلباء ابتدائی تعلیمی لیاقت سے عاری ہوتے ہیں۔ اردو زبان میں معمولی نوشت خواندہ بھی نہیں کر سکتے اور بعض اپنے دستخط کرنے پر بھی پوری طرح قادر نہیں ہوتے اور ایسے لوگوں کے لئے اہل مدارس کی خاص نوازش یا اعزاز ہوتی ہے کہ وہ سالانہ امتحان میں پہنچے کسی اور شخص سے لکھوالیں۔

لیکن اس قسم کی خصوصی نوازشات ہی کا ایک ادنیٰ یا اثر ہے کہ پنجاب بھلیٹو کونسل کے گزشتہ انتخابات میں ایک پرائمری (ابتدائی چار جماعت) پاس و وٹر قرار دیا گیا۔ لیکن عربی تعلیم یافتہ کو حق رائے دہنگی نہیں دیا جاسکا۔ (انامہ دانا البیہ راجعون) اس سے بڑھ کر عربی خوان طبقہ کے لئے خود پیدا کردہ ذلت اور خود کشی کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔

آہ! یہ کس قدر دردناک منظر ہے کہ جہاں ایک اپنا عربی تعلیم یافتہ نوجوان اپنی قیمتی زندگی کے دس پندرہ سال خرچ کرنے کے باوجود دورِ حاضر کے علمی میدان میں حسبِ ضرورت

اطلاعات

حزب الانصار کے تعلیمی ادارے بفضلہ تعالیٰ کامیابی سے جاری ہیں۔ امیر حزب الانصار نے ماہ اپریل میں کالادو (جہلم) ڈھرائجھا۔ سکیسر بار۔ لاہور۔ راولپنڈی۔ پٹنہ گھیب۔ تلہ گنگ۔ جہلم شہر۔ چنیوٹ۔ وارپٹن۔ نلی۔ (ضلع شاہ پور) وغیرہ مقامات کا تبلیغی سفر اختیار فرمایا۔ ہر جگہ تبلیغی جلسے منعقد ہوئے۔ اور آپ کا پیغام ہزار ہا انسانوں نے سنا۔

مولوی احمد یار صاحب، راپرل سے امیر حزب الانصار کے ساتھ دورہ میں معروف ہیں۔

۵ اپریل سے مولوی محمد حنیف صاحب گزاقی دہل کا (ایتیم) کہ حزب الانصار کا مبلغ مقرر کیا گیا ہے آپ جہلم اور وارپٹن وغیرہ مقامات پر امیر حزب الانصار کی رفاقت میں دورہ کر چکے ہیں۔

ضرورتیں

حزب الانصار کے تعلیمی اداروں کے لئے تین مدرس درگا ہیں جو موجودہ درسی کتب پڑھا سکیں۔ اور اہل سنت کے مابین مختلف فیہ مسائل میں کسی فرق کی تکفیر و کار بند نہ ہوں نیز حزب الانصار کے شعبہ تبلیغ کے لئے دو مبلغ و کار ہیں۔ جو حزب الانصار کے مقاصد کے ماتحت معیص اسلامی تبلیغ کر سکیں تقریر کے ساتھ علم بھی رکھتے ہوں تنخواہ وغیرہ کا فیصلہ بالمشافہ یا بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔ خواہش مند حضرات بہت جلد اپنے غندیہ سے امیر حزب الانصار بھیج د ضلع شاہ پور پنجاب کو مطلع کریں :

(میلنجبر)

ہمدردان ملت مسلم تعلیمی اداروں، اسلامی نمائندہ جماعتیں اسلامی پریس کے حضرات متظہین سے نہایت ہی دردمند استغاثہ ہے کہ خدا را جس حد تک جلد ہو سکے اپنے فروغی اختلافات کو برطرف رکھتے ہوئے ملک میں ایسے ”اسلامی نظام تعلیم“ کی تشکیل و قیام کے لئے متفقہ منظم تحریک فرما کر مسلمانان ہند کے تعلیمی مستقبل کو محفوظ و شان دار بنانے میں (بمکمل آہی) مجاہدانہ اقدام فرمایا جائے جو تمام اسلامی تعلیمی اداروں کی باہمی تنظیم کے ساتھ ایک وسیع مشترک نظام تعلیم پر مشتمل ہو اور جس میں ہر روٹی ادارے (مدارس عربیہ اسلامیہ اور مسلم سکولز و اسلامیہ کالج و جامع) مناسب ترمیم و اضافہ کے ساتھ اپنے اپنے مخصوص مستقل و ضوابط سے شامل ہوں اور تمام اداروں کی تعلیمی و انتظامی مجموعی نگرانی مجوزہ مرکز سے ہو۔ تاکہ مسلمانوں کی دینی و دنیوی ملی تعلیمات کا (بفضلہ تعالیٰ) نہایت اعلیٰ و تسلی بخش انتظام ہو سکے اور اس سلسلہ میں (اس نظام کی ترتیب و تیاری کے دور میں) سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہر دو قسم کے مرکزی تعلیمی ادارے جلد ہی باہمی مشورہ سے اپنے اپنے نصاب دئے تعلیم میں اصلاح و ملی ترقی کرنے کے لئے (ہر دو جانب سے) چند ایسے جید علماء کی دو مجالس (کمیٹیاں) مقرر فرمائیں، جو دینی و دنیوی علوم قدیمہ و جدیدہ کے ماہر ہوں اور ان ہر دو مجالس کی مرتبہ منشور (رپورٹ) کے مطابق ہر دو قسم کے تمام اداروں میں عمل درآمد شروع کیا جائے۔ امید وائق ہو کہ آپ حضرات ازراہ کرم اس درناک اپیل پر جلدی عملی توجہ مبذول فرماتے ہوئے ملت بھینا کی اہم ترین تعمیری خدمت سرانجام فرما کر عند اللہ اکرم ماجور ہوں گے۔

ہر قسم کی خط و کتابت کرتے وقت اپنے چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ عدم تعمیل شمار۔
(ایجنڈا)